اشاعۃ السنۃ لاہور

اَلْوَقْفُ عَلَی الْاَوْلَادِ وَالْاَقَارِبِ وَغَیْرِھِمْ

ہر چہ داری صرف کن در راہِ او
لن تنالوا البر حتے تنفقوا

یہ آیت جسکو ہمنے اس مضمون کا ماٹو (زیب عنوان مضمون) بنایا ہے نازل

فلما نزلت هذه الآية قام ابو طلحة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان الله عز وجل يقول في كتابه لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون وان احب اموالي الي بيرحا وانها صدقة لله ارجوا برها وذخرها فضعها يا رسول الله حيث شئت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك مال رابح فسمعت ما قلت اني ارى ان تجعلها في الاقربين فقسمها ابو طلحة بين اقاربه وبني عمه
(بخاری صـ ۱۹۷ مسلم صـ ۳۲۳ - مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۴)

ہوئی تو حضرت ابو طلحہ انصاری رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ تم نیکی تب ہی پاؤ گے جبکہ اپنا پیارا مال خرچ کرو گے۔ اور میرے مالوں سے مجھے زیادہ پیارا بیرحا ہے (کھجوروں کا ایک باغیچہ تھا جس میں کنواں بھی تھا۔ آنحضرت صلعم وہاں جاتے اور اوسکا پانی نوش فرماتے) اور وہ خدا کی راہ میں صدقہ (خیرات) ہے میں اسکا نیک اجر اور ذخیرہ اللہ تعالےٰ کے پاس چاہتا ہوں۔ جہاں آپ کی رائے ہو۔ وہاں اسکو لگانے کا حکم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے قرابتیوں میں مقرر کر۔ تو انہوں نے اپنے چچا کے بیٹوں وغیرہ قرابتیوں میں اسکو لگا دیا۔

ایسا ہی حضرت فاروق رضؓ سے مروی ہے کہ انکو خیبر میں زمین ملی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں

عن عمر قال اصبت ارضا من ارض

خيبر فاتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت اصبت ارضا لم اصب مالا احب الي ولا انفس عندي منها قال ان شئت تصدقت بها فتصدق بها على ان تباع ولا توهب في الفقراء وذوي القربى والرقاب والضيف وابن السبيل لا جناح على من وليها ان ياكل بالمعروف غير متمول مالا ويطعم (نسائی صـ ۱۲۲)۔

وعن ابن عمر قال فتصدق عمر بمال له على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان يقال له ثمغ ۔۔ فتصدق فتنبه ذلك في سبيل الله وفي الرقاب والمساكين والضيف وابن السبيل وذوي القربى (بخاری صفحہ ۳)

حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے ایسی زمین پائی ہے جس سے بڑھکر مجھے پیارا اور نفیس مال اور نہیں ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو اسکو صدقہ کر تو آپنے اسکو اس طور پر صدقہ کیا (یعنے وقف کیا) کہ وہ نہ بیع ہو۔ نہ ہبہ ہو اور اسکی پیداوار فقیروں اور اُنکے رشتہ داروں اور مہمانوں اور مسافروں کیلئے وقف ہے جو اسکا متولی ہو وہ دستور کے مطابق اسمیں سے کہائے اور دوستوں کو کھلاوے اسکو اپنے لئے جمع نکرے یہی حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اس زمین کی نسبت دیا جسکو ثمغ کہا جاتا تھا اور وہ مدینہ کے پاس تھی اور ایسا ہی انہوں نے کیا وہ زمین بہی آپکے رشتہ داروں اور مہمانوں اور مسافروں اور مسکینوں کے لئے وقف رہی تہی۔

یہ احادیث اس بات میں نصوص قطعیہ ہیں کہ اسلام میں صدقہ (خیرات) وہی نہیں کہلاتا جو صرف غریبوں اور فقیروں کو دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ بہی صدقہ و خیرات کہلاتا ہے جو اپنے خویشوں اور قرابتیوں اور مہمانوں اور مسافروں کو اگرچہ وہ غنی ہی ہوں۔ دیا جاتا ہے اگر اس میں نیت ثواب و ذخیرہ اخروی ہو۔ کوئی معاوضہ یا غرض دنیاوی اس سے مقصود نہو۔ جس کا ثواب آخرت میں نہ ملے۔ اس سے بڑہکر آنحضرت صلعم کا حکم ارشاد سنو

عن النبي صلى الله عليه وسلم ان مسلم اذا انفق على اهله نفقة وهو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب مسلمان اپنے گھر والوں (بیوی بچوں پر بہ نیت

یحتسبہا کانت لہ صدقۃ (صحیح مسلم صت ۳۲۴)

وفی بضع احدکم صدقۃ قالوا یا رسول اللہ

یاتی احدنا شھوتہ ویکون لہ فیہا اجر۔

قال ارایتم لو وضعہا فی حرام اکان

علیہ فیہا وزر۔ فکذالک اذا وضعہا

فی الحلال کان لہ فیہا اجر۔

(مسلم صت ۳۲۵)

ثواب خرچ کرے تو وہ بھی اسکے لیے صدقہ ہے۔ اور آپنے فرمایا تم اپنی عورت سے (بہ نیت ثواب واداے حق) ہم بستری کرو تو وہ بھی تمہارے لیے صدقہ (خیرات) ہے لوگوں نے عرض کیا کہ کریں تو ہم اپنی شہوت رانی پھر ہم کو اسکا ثواب ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کہ اگر یہ شہوت رانی محل حرام سے ہو تو اسکا بوجھ (گناہ) ہوتا ہے یا نہیں۔ ایسا ہی اس شہوت رانی کا اجر وثواب ہونا چاہیے اگر وہ محل حلال سے ہو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینار

انفقتہ فی سبیل اللہ ودینار انفقتہ فی رقبۃ

ودینار تصدقت بہ علے مسکین ودینار

انفقتہ علے اھلک اعظمہا اجرا الذی

انفقتہ علی اھلک۔

(صحیح مسلم صت ۳۲۲)

اور آپنے فرمایا ایک دینار (اشرفی) وہ ہے جس کو تم خدا کی راہ (جہاد) میں خرچ کرو ایک وہ ہے جسکو غلام کی گردن چھوڑانے میں خرچ کرو۔ ایک دینار وہ ہے جسکو مسکین پر صدقہ کرو۔ ایک وہ ہے جس کو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔ سب سے زیادہ اجر وثواب اس دینار کے خرچ کرنے میں ہے جو گھر والوں پر خرچ کرو اس سے بھی بڑھکر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ارشاد سنو کہ مسلمان جو خاص اپنی جان پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ (خیرات) کہلاتا ہے اگر اسمیں نیت اجر ثواب آخرت ہو۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے صدقہ خیرات کرنے کا حکم سنایا تو ایک شخص بولا میرے پاس ایک

عن ابی ھریرۃ رض قال امر النبی صلی اللہ

علیہ وسلم بالصدقۃ فقال رجل یا رسول

اللہ عندی دینار قال تصدق بہ علے

نفسک قال عندی اٰخر قال تصدق

دینار ہے آنحضرتؐ نے فرمایا اسکو تو اپنی جان پر خیرات کر۔ اسنے کہا ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اسکو اپنی اولاد پر خیرات کر اُسنے کہا ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اسکو اپنی عورت

به على ولدك قال عندي آخر قال تصدق
به على اهلك قال عندي آخر قال تصدق
به على خادمك قال عندي آخر قال انت
ابصر (سنن ابي داؤد ص۲۳۶ و
مشكوٰة ص۱۶۳)

پر خیرات کرو وہ بولا ایک اور بھی ہے آپنے
فرمایا اب تو خود دیکھ اور جان سکتا ہے۔
کہ یہ کس محل پر خرچ کرنا مناسب ہے یعنی
جن پر قرابتیوں کا حق وصدقہ مقدم اور پہلے
ضروری تھا وہ بتایا گیا اب غیروں میں سے
جسکو تو مناسب سمجھے اسکو دے۔

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے جسمیں ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام آزاد کر دیا تو

عن جابر انه قال اعتق رجل من بني عذرة
عبداً له عن دبر فبلغ ذلك رسول الله صلعم فقال
الك مال غيره فقال لا فقال من يشتريه
فاشتراه نعيم بن عبد الله العدوي بثمان مائة
درهم فجاء بها الى رسول الله صلعم فدفعها
ثم قال ابدء بنفسك فتصدق عليها فان فضل
فلاهلك فان فضل عن اهلك فلذي قرابتك
فان فضل عن ذلك فهكذا وهكذا يقول بين يديك
وعن يمينك وعن شمالك (صحيح مسلم ص۳۲۱)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
پوچھا کہ تیرا مال اور بھی ہے اُسنے
کہا اور نہیں ہے۔ آپ نے اوس غلام
کو فروخت کرکے اُس کا دام اوسکے
حوالہ کیا اور کہا کہ پہلے تو اسکو اپنے
ہی نفس پر خرچ کر۔ اُس سے بچے
تو وہ گھر والوں پر اُنسے بچے تو قرابت
والوں کو دے اُن سے بچے تو اپنے
آگے اور اپنے بائیں دہنے غیروں کو دی

اس حدیث میں تو قطعی اور صاف طور پر فیصلہ کر دیا ہے کہ اور خویش واقارب ازواج اولاد وغیرہ تو کجا مسلمان جو اپنے نفس وجان پر خرچ کرتا ہے وہ بھی شرعاً صدقہ کھلاتا ہے اور وہ سب سے مقدم ہے جسکا سِرّ اور فلاسفی یہ ہے کہ صدقہ وہ ہوتا ہے جس میں نیت ثواب آخرت ہو اور یہ نیت ثواب آخرت اپنے نفس پر خرچ کرنے میں بھی ہوسکتی ہے مثلاً اگر اس نیت سے خرچ ہو کہ خدا تعالے نے میری جان وجسم کا حق بھی میرے ذمہ لگایا ہے۔ میں اس حق کو ادا کروں گا

قال رسول الله صلعم ان لجسدك عليك

تو خدا تعالے سے اجر پاؤنگا ہیں اسکا

حقًا وان لعینك علیك حقًا متفق علیه - (مشکوٰۃ صلہ)

یہ حق ادا کرونگا - تو اس سے دین و دنیا کا کام لونگا - جو لوگ اس سیر

اور فلاسفی اسلامی کو سمجھتے ہیں وہ اپنے ہر ایک کام میں کھانا پینا بول - براز کرنا عورت سے ہم بستر ہونا وغیرہ ثواب واجر پاتے ہیں - جو لوگ اس سے غافل ہیں وہ اپنے دنیاوی افعال اور طبعی حرکات وسکنات میں حیوانات سے بڑھکر نہیں

یاکلون کما تاکل الانعام -

ہیں - وہ حیوانوں کی طرح کھاتے ہیں اور حیوانوں کی مانند اپنے ازواج اولاد سے طبعی الفت ومیلان کرتے ہیں ان افعال میں ان کی کوئی نیتِ ثواب نہیں ہوتی - بلکہ بعض حیوانوں سے بھی بدتر ہوتے

اولٰئك کالانعام بل هم اضل

ہیں جو میلان طبعی کے علاوہ گناہ کے بھی مرتکب ہوجاتے ہیں - محل وغیر محل میں تمیز نہیں کرتے - جس سے حیوانات محفوظ ہوتے ہیں - کیونکہ انہیں محل وغیر محل کی تمیز کا مادہ نہیں ہوتا -

ان ہی ارشادات وہدایات نبوی کی نظر واستدلال سے فقہاء اسلام نے عام وقف کو اور خاص وقف علی الاولاد والاقارب والاغنیاء کو صدقہ جاریہ اور خیرات غیر منقطعہ قرار دیا ہے - اور اس سے مقصود ثواب اخروی متعین کردیا ہے اگر اس میں کوئی ایسا لفظ نہ بولا گیا ہو - جو اسکے صدقہ موجب ثواب ہونے کی نفی کرے - اور اگر اس میں ایسا لفظ بولا گیا ہو - جو اسکے صدقہ موجب ثواب ہونے کی نفی کرے تو پھر وہ فقہاء اسلام کے نزدیک وقف شرعی نہیں ہے - وقف باطل کہلاتا ہے بالجملہ وقف شرعی اور ثواب اخروی لازم وملزوم ہیں اور اسکا دائمی وغیر منقطع ہونا ایک لازمی امر ہے -

ہدایہ (جو حنفی مذہب کی ایک مشہور ومعتبر کتاب ہے) میں عام وقف کی تعریف

الوقف هو عند ابی حنیفة حبس العین علے ملك الواقف والتصدق بالمنفعة بمنزلة العاریة وعندهما حبس العین علے

میں لکھا ہے - کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف ایک چیز کو اسکے مالک کی ملک تسلیم کرکے بند رکھنے اور اسکی پیداوار

حکم ملك الله فيزول ملك الواقف عنه الى الله تعالى على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث۔ (هدایه ص۶۱۷)

کو صدقہ وخیرات کرنے کا نام ہے اور امام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے نزدیک اصل چیز کو خدا کی ملک قرار دیکر بند رکھنے اور اسکی آمدن کو صدقہ وخیرات کرنے کا نام ہے۔

ایسا ہی فتاوے عالمگیری اور درمختار میں کہا ہے۔ درمختار میں علاوہ بریں

والتصدق بالمنفعة ولو فى الجملة وصرف منفعتها على كل من احب ولو غنيا فيلزم فلا يجوز ابطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى (ابن الكمال وابن الشحنة (درمختار ص۳)

یہ بھی کہا ہے کہ اسکی آمدنی کا صدقہ خیرات ہونا اگرچہ کسیقدر اور کسی وقت میں ہو اور اسکا صرف کرنا جسپر وقف کنندہ چاہے اگرچہ غنی ہو۔ اس کے حاشیہ ردالمحتار میں وقف کے صدقہ ہونے کو اگرچہ فی الجملہ ہو ترجیح دی ہے۔ اور قول ابن کمال جس میں وقف اغنیاء کو بلا تصدق وقف قرار دیا گیا ہے۔ رد کیا ہے۔

چنانچہ کہا ہے تصدق فی الجملہ کہنے سے وہ وقف جو خود وقف کنندہ کے

قوله فى الجملة فيدخل فيه الوقف على نفسه ثم على الفقراء وكذا الوقف على الاغنياء ثم الفقراء لما فى النهر عن المحيط لو وقف على الاغنياء وحدهم لم يجز لانه ليس بقربة اما لو جعل آخره للفقراء فانه يكون قربة فى الجملة انتهى وبهذا التعميم صار التعريف جامعا واستغنى عما زاده فيه الكمال وتبعه ابن الكمال من قوله او صرف

لیے یا اور اغنیاء کے لیے ہو مگر اخیر کو فقیروں کے لیے ہو جاوے داخل ہو گیا۔ یہ شرط (اخیر کو فقراء کے لیے ہو جانے کی) اسلئے لگائی ہے کہ نہر الفائق میں کتاب محیط سے منقول ہے۔ کہ اگر کوئی صرف غنیوں کے لیے وقف کرے تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اسمیں قربت الٰہی نہیں پائی جاتی لیکن اگر اخیر کو فقیروں کے لیے کیا جاوے تو وہ فی الجملہ قربت

منفعتها الی من احب وقال لان الوقف يصح
لمن يحب من الاغنياء بلا قصد القربة و
هو وان كان لابد فی آخره من القربة بشرط
التابيد كالفقراء ومصالح المسجد لكنه يكون
وقفا قبل انقراض الاغنياء بلا تصدق انتهى
افاده فی النهر واجاب فی البحر ايضا بانه قد
يقال ان الوقف علی الغنی تصدق بالمنفعة
لان الصدقة تكون علی الاغنياء ايضا وان
كانت مجازا عن الهبة عند بعضهم وصرح
فی الذخيرة بان فی التصدق علی الغنی نوع
قربة دون قربة الفقير انتهى واعترضه
حينئذ بان هذا النوع من القربة لو كفی
فی الوقف يصح الوقف علی الاغنياء من
غير ان يجعل آخره للفقراء وعلمت تصحيح
المحيط بانه لا يصح وسيأتی قبيل الفصل قلت
والجواب الصحيح ان الوقف تصدق ابتداء
وانتهاء اذ لا بد من التصريح بالتصدق وعلی
وجه التابيد او ما يقوم مقامه كما يأتی
تحقيقه - ولكنه اذا جعل اوله علی معينين
صار كانه استثنی ذلك من الدفع الی
الفقراء كما صرحوا به ولذا لو وقف علی
بنيه ثم علی الفقراء ولم يوجد الا ابن
واحد يعطی النصف والنصف الباقی

ہو جاتی ہے ۔ اس کہنے سے تعریف وقف
جامع ہو جاتی ہے اور جو کمال نے اور اسکے
متابعت سے ابن کمال نے وقف اغنیاء کو
وقف میں شامل کرنے کے لیے تعریف وقف
میں یہ لفظ کہ اسکے نفع کو جسپر چاہے صرف
کرے بڑھا دیا ہے اور اس وقف کے صحیح
بنانے کو یہ کہا ہے کہ وقف اغنیا کے لیے بلا قصد
قربت ہوتا ہے اور اس وقف میں اگرچہ اخیر
کو ہمیشہ کے لیے قربت کا ہونا ضروری ہے ۔
لاکن وہ قبل اختتام غنیوں کے بدون صدقہ
وقف ہوتا ہے اسکی کچھ حاجت نہیں ۔ یہ بات
نہر الفائق میں بیان کی ہے اور کتاب بحر الرائق
میں اس (وقف غنیا) کے صحیح کرنے کیلئے
یہ کہا ہے کہ غنی پر وقف بھی صدقہ ہے ۔ کیونکہ
غنیوں کے لیے بھی صدقہ ہوتا ہے ۔ اگرچہ وہ
مجازاً ہدیہ ہے ۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ غنی پر
صدقہ کرنے میں بھی ایک طرح کی قربت ہے ۔
اگرچہ وہ قربت صدقہ فقرا سے کم ہے اسپر یہ
اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اسقدر قربت وقف
میں کافی ہو تو چاہیئے کہ غنیوں کے لیے وقف
بدون اس شرط کے کہ وہ اخیر کو فقیروں کیلیئے
ہو جاوے صحیح ہو حالانکہ محیط کی روایت سے
معلوم ہو چکا ہے کہ ایسا وقف جو صرف غنیوں

للفقراء لان مایطل من الوقف علی ابن صار للفقراء لان الوقف خرج عن ملك الواقف بقوله صدقة موقوفة ابدا فقد ابتدا بالصدقة وختم بها كما قاله الخصاف فعلم انه صدقة ابتداء لا يخرجه عن ذلك اشتراط صرف الغلة لمعين (رد المحتار مصریة ص۵۰۳ جلد ۳)

کے لیے ہو صحیح نہیں ہے۔ پس صحیح جواب (وقف اغنیاء کے شبہ سے) یہی ہے کہ وقف ابتداء و انتہاء میں صدقہ ہے۔ اس کو صاف طور پر صدقہ کہنا یا ایسے طور پر جس سے صدقہ ہونا مفہوم ہو ضروری ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق آگے آتی ہے۔ لیکن جب اسنے اسکو ابتداء میں خاص لوگوں کے لیے مقرر کیا تو گویا اس ابتدائی مصرف کو عطائے فقراء سے مستثنےٰ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اپنی اولاد کے لیے پھر فقیروں کے لیے وقف کرے اور بجز ایک بیٹے کے اس کی اولاد نہ ہو تو بیٹے کو نصف ملے گا۔ اور باقی نصف فقیروں کو اسلیئے کہ جو اس بیٹے سے جاتا رہا وہ فقیروں کا ہوگیا۔ کیونکہ وقف ملک واقف سے صدقہ موقوفہ کہنے سے نکل گیا۔ اس لیے کہ اس نے اسکو پہلے ہی صدقہ یعنی لفظ صدقہ بولا اور اخیر کو بھی صدقہ کہا یعنی لفظ وقف بولا (جو فقیروں کے لیے عرفاً مخصوص ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق بھی اس تحقیق سابق الذکر میں آتی ہے) اس سے ثابت ہوا کہ وقف (اغنیاء پر کیوں نہو) ابتداء میں بھی صدقہ ہوتا ہے۔ اس صدقہ ہونے سے اس کا کسی خاص محل صرف (اغنیاء یا اولاد) سے مشروط ہونا اسکو خارج نہیں کرتا۔

اور نیز در مختار میں کہا ہے وقف تین قسم ہے (۱) یا تو وہ صرف فقراء کے لیے ہوگا (۲) اور یا اغنیاء کے لیے ان کے بعد فقراء کے لیے (یہ وہ وقف خاص ہے جو اپنی اولاد یا دوسرے اغنیاء کے لیے وقف کر دیا جائے اور اسکے ساتھ لفظ صدقہ کہدیا جائے یا وقف برائے خدا) (۳) یا وہ وقف جس سے غنی و فقیر سب مساوی طور سے فائدہ اٹھا دیں جیسے مہمان سرائے کاروان سرائے قبرستان۔ سقاوہ پل

الوقف علی ثلاثة اوجه اما للفقراء او للاغنیاء ثم للفقراء او یستوی فیه الفریقان كرباط و خان و مقابر و سقایات و قناطر و نحو ذلك كمساجد و طواحين وطست لاحتياج الكل لذلك (در مختار ص۲۹۴)

مسجد و خراس و کنواں وغیرہ جسکی طرف سب کو یکساں حاجت ہوتی ہے۔

ان اقسام کے قسم دوم سے وقف علی الاغنیاء کا وقف کہلاتا ہے۔ وہ بھی ایسی صورت میں وقف شرعی ہو سکتا ہے جبکہ اسمیں لفظ صدقہ یا اور ایسا لفظ لگایا جاوے جس سے آخر وہ فقراء کے لئے ہو جائے اور اغنیاء کے ختم ہو جانے سے وہ ختم ہو جائے بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے رہے اور اگر اسمیں ایسا لفظ نہ لگایا جاوے اور اسکو اغنیاء سے ایسے طور پر خاص کیا جاوے کہ ان اغنیاء کے منقطع اور ختم ہو جانے سے وہ وقف بھی ختم ہو جائے تو وہ وقف شرعی وقف نہیں رہتا۔ بلکہ وقف باطل کہلاتا ہے۔ چنانچہ عبارت ردمختار میں محیط سے نقل ہو چکا ہے۔ اس مدعا کو برہان شرح مواہب الرحمن اور ہدایہ اور عالمگیری اور رد المحتار میں اس عنوان سے ادا کیا ہے کہ وقف شرعی تب ہی ہوتا ہے جبکہ اسمیں مصرف منقطع ہونے والا بیان کیا گیا ہو برہان شرح مواہب الرحمن میں کہا ہے۔ وقف میں دائمی مصرف کا ذکر چھوٹ جاوے تو بھی وقف صحیح ہو جاتا ہے۔ یہی امام مالک اور امام احمد کا قول ہے۔ اور ایک قول امام شافعی رح کا بھی یہ ہے جب وہ مصرف باقی نہ رہے گا تو وہ وقف فقیروں کی طرف پھیرا جائے گا یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت میں امام احمد کا اور ایک قول امام شافعی کا ہے انکا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ وقف وقف کنندہ کے قرابتیوں کی طرف جو محتاج ہونگے پھیرا جاوے گا۔ ایسا ہی امام احمد کا

وصح ترك ذكر مصرف موبد بان ذكر جهة تنقطع وبه قال مالك واحمد والشافعي في قول فاذا انقطع صرف الى الفقراء وبه قال مالك واحمد في رواية والشافعي في قول وقال في قول اخر يصرف الى اقارب الواقف المحتاجين وبه قال احمد في رواية وعن احمد يوضع في بيت المال وقال ابو حنيفة ومحمد لا يصح الوقف حتى يذكر مصرفا مؤبدا لان موجب الوقف

بھ برہان شرح مواہب الرحمان شیخ ابراہیم بن موسے حنفی طرابلسی مؤلف اسعاف فی احکام الاوقاف کی تالیف ہے جو دسویں صدی کے ... [illegible]

ذوال الملك بدون التمليك وانه مؤبد
كالمعين فاذا كانت الجهة متوهمة
الانقطاع لا يتوفر على الوقف مقتضاه
ولهذا كان التأقيت مبطلا للوقف كالتأقيت
للبيع ولابي يوسف ان المقصود وهو
التقرب الى الله تعالى يحصل بالصرف
الى جهة تنقطع والى جهة لا تنقطع
وقيل التابيد شرط بالاتفاق الا ان
ابا يوسف لا يشترط ذكر التابيد لان
لفظ الوقف والصدقة منبئة عنه - وعن
محمد يشترط لان الوقف صدقة بالمنفعة
او بالغلة وذلك قد يكون موقتا وقد
يكون مؤبدا فمطلقه لا ينصرف الى
المؤبد وفي المحيط لو قال ارضي هذه
صدقة موقوفة او محرمة او محبوسة
ولم يذكر التابيد صح الوقف الا عند
ابي يوسف بن خالد السمتي تلميذ ابي
حنيفة فان ذكر التابيد عنده شرط
والصحيح انه ليس بشرط (برهان شرح
مواهب الرحمن من عينه -)

ایک قول ہے - دوسرا قول انکا یہ ہے کہ
وہ اسلامی بیت المال میں داخل ہوگا -
(جس میں مسکینوں کا حق ہوتا ہے) امام
ابو حنیفہ و امام محمد کا قول ہے کہ جب تک
ایسے مصرف کا جو دائمی ہو ذکر وقف میں
نہو وقف صحیح نہیں ہوتا کیونکہ وقف کا حکم
ہے کہ مال وقف سے وقف کنندہ کی ملک بغیر
اسکے کہ وہ کسیکو اس کا مالک بنائے دور ہوجاتی
ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے وقف ہوتا ہے پھر اگر
اس کا مصرف ایسا ہو جس میں منقطع ہوجانے
کا احتمال ہو تو وقف کا مقتضا پورا نہوا - لہذا
اس کا ایسا مصرف مقرر کردینا جو اسکو موقت
و محدود کردے وقف کا مبطل ہوگا امام
ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ وقف سے مقصود
خداتعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور وہ
دونو مصرف (محدود و غیر محدود) میں حاصل
ہوسکتا ہے یعنی جب تک محدود ہے گا اس
سے وہ مقصود حاصل ہوگا اور جب مصرف
محدود اٹھ جائے گا تب وہ غیر محدود
کی طرف پھیرا جائے گا) بعضے کہتے ہیں کہ
وقف میں ہمیشگی مصرف کا لحاظ سب کے نزدیک شرط ہے مگر امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا
ذکر بوقت وقف ضروری شرط نہیں ہے کیونکہ لفظ وقف اور لفظ صدقہ (جو اسکے ساتھ
ملا یا جاتا ہے) خود اس ہمیشگی کے مراد ہونے سے خبر دیتے ہیں - امام محمد سے روایت ہے کہ

اسکا ذکر بوقت وقف شرط ہے۔ کیونکہ وقف میں آمدنی کا صدقہ ہوتا ہے۔ اور وہ کبھی محدود و موقت مصرف میں ہوتا ہے۔ اور کبھی دائمی پھر اگر وہ بے قید رہے تو اس سے دائمی صدقہ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ محیط میں کہا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میری فلاں زمین صدقہ ہے۔ وقف کیا گیا اور بنام خدا لکھا گیا اور خدا کی راہ میں بند رکھا گیا۔ اور ہمیشگی کا اسمیں ذکر نہ کیا گیا ہو تو وہ وقف صحیح ہے۔ مگر ابو یوسف بن خالد سمتی شاگرد امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہمیشگی کا ذکر اسمیں شرط ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ وہ ذکر شرط نہیں ہے۔

اور ہدایہ میں کہا ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد رح کے نزدیک وقف پورا نہیں ہوتا جبتک

قال ولا یتم الوقف عند ابی حنیفة و محمد حتی یجعل اخرہ بجھة تنقطع ابدًا وقال ابو یوسف اذا سمی فیه جھة تنقطع جاز وصار بعدھا للفقراء وان لم یسمھم لابی یوسف ان المقصود ھو التصرف الی اللہ یتوفر علیه لان التصرف تارة یکون فی الصرف الی جھة تنقطع ومرة بالصرف الی جھة تتابد الی قوله لان لفظ الوقف منبئ عليه۔

(ھدایه صفحہ ۶۱۹)

کہ اسکا اخیر ایسا نہ کیا جائے جو ہمیشہ کو ہے اور منقطع نہ ہو جاوے یعنی فقیروں کے لیے نہ ٹھہرایا جاوے اور امام ابو یوسف رح نے کہا ہے کہ اگر اس میں ایسا مصرف مقرر کیا جاوے (جیسے اولاد یا اغنیا رکو مقرر کرنا) تو بھی جائز ہے اور بعد منقطع ہو جانے اس مصرف کے وہ فقراء کے لیے خود بخود ہو جائے گا اگرچہ وقف کنندہ نے انکا نام نہیں لیا انکی دلیل یہ ہے کہ وقف سے مقصود خدا کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور وہ دونو صورت (مصرف کو محدود کرنے اور مصرف کو ابد رکھنے) سے حاصل ہو سکتا ہے اور اخیر کو وقف کا فقراء کے لیے ہو جانا تو عین موجب لازم وقف ہے اور لفظ وقف اور صدقہ خود اس سے خبر دیتے ہیں۔ پھر اگر اس نے نام نہ لیا تو کیا ہوا۔

اور فتاوے عالمگیری میں ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک وقف کی شرطوں

وفی العالمگیری ومن شروط الوقف ان یجعل اخرہ بجھة لا تنقطع ابدًا عند ابی حنیفة

میں سے یہ بھی ہے کہ اسکی اخیر صورت ایسی ہو جو منقطع نہو اگر اس بات کا اسمیں ذکر نہ ہو تو انکے

ومحمد وان لم يذكر ذلك لم يصح عندهما وعند ابي يوسف ذكر هذا ليس بشرط بل يصح وان سمى جهة تنقطع ويكون بعدها للفقراء وان لم يسمهم لان قصد الواقف ان يكون اخيره للفقراء وان لم يسمهم فكان تسميته هذا الشرط ثابتا دلالة

نزدیک وقف صحیح نہیں ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اس بات کا ذکر کرنا شرط صحت وقف نہیں بلکہ وقف منقطع ہوجانے والی صورت کے ذکر کرنے سے ہی صحیح ہوجاتا ہے پھر وہ وقف بعد منقطع ہوجانے صورت کے خود بخود فقراء کے لئے (یعنے دائمی) ہوجاتا ہے اگرچہ انکا نام نہ لیا ہو۔ یہ فقراء کا نام دلالۃً و معنیً ثابت ہے۔

ایسا ہی در مختار کے حاشیہ ردالمحتار میں بہت بسط و تفصیل سے تحقیق کیا ہے کہ وقف مقید و مخصوص باغنیاء و اولاد و اقارب باطل ہے۔ ایسا وقف تب ہی صحیح و جائز ہو سکتا ہے کہ اسمیں لفظ صدقہ لگایا جاوے۔ یا اسمیں فقراء کو بھی شامل کیا جاوے جس سے اسکا دائمی وغیرہ منقطع ہونا ثابت ہو۔

چنانچہ فرمایا ہے کہ اسعاف میں کہا ہے کہ جب وقف کنندہ کہے میری یہ زمین

قال في الاسعاف لو قال وقفت ارضي هذه على ولد زيد وذكر جماعة باعيانهم لم يصح عند ابي يوسف ايضا لان تعيين الموقوف عليه يمنع ارادة غيره بخلاف ما اذا لم يعين يجعله ايله على الفقراء۔ الا ترى انه فرق بين قوله موقوفة وبين قوله موقوفة على ولدي فصحح الاول دون الثاني لان مطلق قوله موقوفة ينصرف الى الفقراء عرفا فاذا ذكر الولد صار مقيدا

اولاد زید کے لیے وقف ہے۔ اور ایک جماعت خاص کا ذکر کرے تو یہ وقف ابو یوسف کے نزدیک ہی صحیح نہیں اسلیے کہ اون لوگوں کا مقرر کردینا دوسروں کی مراد ہونے سے روکتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی شخص کو مقرر نہ کرے اس صورت میں اسنے وقف کو گویا فقیروں کے لیئے کردیا کیا تجھے معلوم نہیں کہ وقف کہنے اور فلانے کے لیے وقف کہنے میں فرق ہے؟ بصورت اولے وقف صحیح ہے نہ بصورت ثانی اسلیے کہ بلا قید

فلا یبقی الوقف فظهر بهذا ان الخلاف بینهما فی اشتراط ذکر التابید وعدمه انما هو فی التنصیص علیه او علی ما یقوم مقامه کالفقراء ونحوهم واما التابید معنیً فشرط اتفاقاً علی الصحیح وقد نص علیه محققو المشائخ انتهی۔

قلت ومقتضاه ان المقید باطل اتفاقاً لکن ذکر فی البزازیة ان عن ابی یوسف فی التابید روایتین الاولی انه غیر شرط حتی لو قال وقفت علی اولادی ولم یزد جاز الوقف واذا انقرضوا عاد الی ملکه لو حیاً والا علی ملک الوارث۔ والثانیة انه شرط لکن ذکره غیر شرط حتی تصرف الغلة بعد الاولاد الی الفقراء ومقتضاه انه علی الروایة الاولی یصح کل من الوقف والتقیید وعلی الثانیة یصح الوقف ویبطل التقیید لکن ذکر فی البحران ظاهر المجتبی والخلاصة ان الروایتین عنه فیما اذا ذکر لفظ الصدقة اما اذا ذکر لفظ الوقف فقط لا یجوز اتفاقاً اذا کان الموقوف علیه معیناً انتهی قلت لیشهد له ما فی الذخیرة لو قال ارضی هذه صدقة موقوفة فهی وقف بلا خلاف

وقف کہنے سے تو وہ بحکم عرف فقیروں کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور جب اس نے وقف کے ساتھ اولاد کا ذکر کر دیا تو لحاظ عرف کا موقع باقی نہ رہا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ صاحبین کا اختلاف لفظ دوام (یا جو اسکے قائمقام ہو) کی زبان سے بولنے میں ہے۔ معنوں میں دوام کا مراد ہونا سب کے نزدیک شرط ہے۔ چنانچہ محققوں نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں (مؤلف ردالمحتار کا قول ہے) اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو وقف خاص اغنیا، یا اولاد سے مقید ہو وہ بالاتفاق باطل ہے۔ لیکن بزازیہ میں ہے کہ امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ دوامی کہنا شرط نہیں حتی کہ اگر صرف اتنا ہی کہے کہ بیٹے اولاد کے لیے وقف کیا اور اس سے کچھ زیادہ نہ کہے تو وقف صحیح ہے۔ پھر جب وہ اولاد نہ رہی تو وہ وقف ملک واقف میں آجاتا ہے۔ اگر خود زندہ ہو۔ یا اسکے اور وارثوں کو ملجاتا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ دوامی ہونا شرط ہے پر اس کا ذکر کرنا شرط نہیں اسلیے وہ غلہ بعد تمام ہو جانے اولاد کے فقیروں کی طرف مصروف ہوگا۔

اذا لم يعين انسان فلو عين وذكر مع لفظ الوقف لفظ صدقة بان قال صدقة موقوفة على فلان جاز ويصرف بعده الى الفقراء ثم نقل تائيده عن الهداية والخانية و القدوري والملتقى والنقاية وغيرها من المعتبرات۔ ثم قال والحاصل انه لا خلاف عندهما في صحة الوقف مع عدم تعيين الموقوف عليه اذا ذكر لفظ التابيد او ما في معناه كالفقراء وكلفظ صدقة موقوفة وكموقوفة لله تعالى وكموقوفة على وجوه البر لانه عبارة عن الصدقة وانه لا خلاف في بطلانه لو اقتصر على لفظ موقوفة مع تعيين كموقوفة على زيد خلافا لما في البزازية وانما الخلاف بينهما لو اقتصر بلا تعيين او جمع مع التعيين كصدقة موقوفة على فلان فعند ابي يوسف يصح ثم يعود الى الفقراء وهو المعتمد وقيل يعود الى المالك والمراد بالمعين ما يحتمل الانقطاع كاولاد زيد او فقراء قرابة فلان وهم يحصون۔

فاغتنم تحرير هذا المحل فانك لا تجده في غير هذا الكتاب والحمد لله تعالى ملهم الصواب

(رد المحتار ص ۵۵۰ ج ۳)

اس کا مقتضائے یہ ہے کہ بنا بر پہلی روایت کے وقف اور قید منافی دوام دونو صحیح ہیں اور دوسری روایت پر وقف صحیح ہے وقید باطل ہے۔ لیکن صاحب البحر الرائق ہی نے (اس روایت بزازیہ کی تاویل میں) کہا ہے کہ مجتبےٰ او خلاصہ کے ظاہر الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ دونو روایتیں اس صورت میں ہیں کہ لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ کا بھی ذکر کرے تو بصورت تقرری مصرف کے وقف جائز ہوگا ولیکن اگر صرف لفظ وقف بدون لفظ صدقہ کہے تو بالاتفاق وقف جائز نہو گا۔

میں اصاحب ردالمختار کہتا ہوں کہ قول صاحب تحریر کا ظاہر تھے جو ذخیرہ میں کہا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میری زمین صدقہ ہے وقف کیا ہوا۔ تو یہ بلاخلاف وقف ہے۔ اگر کسی آدمی کو اسکے لئے مصرف مقرر نکرے اور اگر کسی آدمی کو خاص کردے تو ساتھ وقف کے لفظ صدقہ بھی ذکر کرے اور یوں کہے کہ یہ صدقہ ہی فلانے شخص پر وقف کیا ہوا تو بھی جائز ہے۔ اور اس شخص کے بعد وہ فقیروں کے لیے ہو جائے گا۔ پھر صاحب ردالمختار نے اسکی تائید ہدایہ۔ خانیہ۔ قدوری - ملتقی - نقایہ وغیرہ معتبرات حنفیہ سے نقل کی ہے پھر کہا ہے حاصل یہ ہے کہ

اگر وقف میں کسی شخص کو مصرف مقرر نہ کرے اور لفظ دوام یا جو اوسکے معنے میں ہو جیسے لفظ فقراء یا لفظ صدقہ موقوفہ یا لفظ وقف شدہ بلئے خدا۔ یا لفظ وقف شدہ بصورت خیرات ذکر کرے تو اس وقف کے جائز ہونے میں صاحبین کا اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر صرف لفظ وقف (بلا صدقہ) کہے پھر اسکو کسی شخص سے مخصوص و معین کردے تو اسکی عدم جواز میں انکا اختلاف نہیں۔ یہ بات بزازیہ کے مخالف ہے اختلاف صاحبین کا انہی صورتوں میں ہے کہ صرف لفظ وقف (بلا صدقہ) بلا تعیین مصرف کہے یا لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ بھی ملاوے اور مصرف کو بھی معین کردے۔ ابو یوسف رح کے نزدیک یہ وقف صحیح ہوگا۔ پھر بعد اختتام ان اشخاص معینہ کے وہ فقراء کے لیے ہوجاوے گا۔ اور اسی بات پر اعتماد ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بعد انقراض ان اشخاص کے مالک کی طرف رجوع کرے گا۔ اور مصرف معین سے وہ محل مراد ہے جو منقطع ہوجانے کا محتمل ہو۔ جیسے

زید کی اولاد یا کسی گاؤں کے فقیر جو شمار میں آتے ہوں۔ اس تحریر کو غنیمت سمجھ لے۔ اسکو بجز اس کتاب کے اور کہیں نہ پاوے گا۔ عبارت ہدایہ اور برہان میں جو منقول ہوا ہے کہ وقف سے تقرب الی اللہ مقصود ہوتا ہے۔ ایسا ہی اور کتب معتبرہ حنفیہ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ عالمگیری میں کہا ہے کہ وقف سے مطلوب اور اسکی علت غائی خدا تعالی کا قرب حاصل کرنا ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں کہا ہے۔ ان سب عبارات کتب معتبرہ اور اقوال علماء ائمہ مذاہب اربعہ سے یہ امر بطور اصول موضوعہ ثابت ہے کہ وقف شرعی وہی ہوتا ہے جس سے تقرب بارگاہ الہی اور ثواب اخروی مطلوب ہو۔ اور اسکا صدقہ جاریہ غیر منقطعہ ہونا اسکی حقیقت میں داخل ہے جو صرف دو ہی صورتوں سے ہو سکتا ہے (۱)۔ اگر اسمیں صرف وقف بولا جائے تو اسکا مصرف ایسا محدود و منقطع مقرر

> اما سببہ فطلب الزلفی۔
> (عالمگیری)
> وسببہ ارادہ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحیاء وفی الآخرۃ بالتقرب الی رب الارباب۔
> (فتح القدیر)

نکر دیا جائے جسکے قطع وختم ہوجانے سے وہ وقف منقطع ہوجائے اور وہ صدقہ جاریہ ٹھہرے (جیسے کوئی خاص شخص یا اسکی اولاد)۔ (۲) اگر لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ وخیرات یا فی سبیل اللہ یا بنام خدا بولا جاوے تو اُس صورت میں کسی خاص شخص (اپنی ذات یا اپنی اولاد یا دولتمند (اغنیاء) کو مصرف ٹھہرانے کی حالت میں امام ابو حنیفہ وامام محمد کے نزدیک ان اشخاص کے ساتھ عام فقراء کا ذکر کردینا اور یہ کہہ دینا ضروری شرط وقف ہو کہ اگر وہ خاص اشخاص نہ رہیں تو وہ وقف عام فقراء کو ملے اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ذکر ضروری شرط نہیں ہے جب وہ خاص اشخاص نہ رہیں گے تو وہ وقف خود بخود فقراء ومساکین کی طرف پھیرا جاوے گا اور ان کو شامل ہوجاوے گا یہ عموم وشمول لفظ صدقہ کا بعین مفہوم ہے یا محذوف منوی جس کو انگریزی میں انڈرسٹڈ کہتے ہیں۔ یہ وقف عام وو قف خاص کے متعلق عام اصول فقہا ہے اس اصول پر متفرع چند فروعات عبارات سابقہ کے ترجمہ میں منقول ہوچکے ہیں۔ ان کی مانند متن میں چند فروعات جزیہ اور نقل کیجاتی ہیں۔ فتاوے عالمگیری میں ہے۔ (۱) ایک شخص نے کہا یہ میری زمین میرے لیے وقف ہے تو یہ وقف جائز ہے۔

(۱) رجل قال ارضی صدقة موقوفة علی نفسی یجوز هذا الوقف۔

(۲) ولو قال وقفت علی نفسی ثم من بعدی علی فلان ثم علی الفقراء جاز۔

(۳) ولو قال ارضی موقوفة علی فلان ومن بعده علی اوقال علی وعلی فلان اوعلی عبدی وعلی فلان المختار انه یصح۔

(۴) وکذا لو قال علی ولدی وعلی من

(۲) ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی زمین کو اپنے نفس کے لیے اور میرے بعد فلاں شخص کے لیے پھر محتاجوں کے لیے وقف وخیرات کیا تو یہ وقف جائز ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص کہے کہ میری زمین فلاں شخص کیلئے وقف ہے اور اسکے بعد میرے لیے یا میرے لیے اور فلاں شخص کے لیے یا میرے غلام اور فلاں شخص کیلئے تو مذہب مختار یہ ہے کہ وقف

(۴) اور اسی طرح وقف صحیح ہے کہ اگر کوئی کہے

یحدث لی من الولد فاذا انقرضوا فعلی المساکین -

کہ میں نے اپنی زمین اپنے بچے کے لیے جو آئندہ پیدا ہو وقف کی ہے مگر جب وہ نہ رہیں تو وہ وقف مساکین کے لیے ہوگا۔

(۵) ولو قال ارضی هذه صدقة موقوفة علی من یحدث لی من الولد ولیس له ولد یصح -

(۵) اگر کوئی شخص کہے کہ میری یہ زمین اس بچے کے لیے وقف ہے جو پیدا ہوگا - حالانکہ بالفعل اسکے لیئے کوئی بیٹا نہیں ہے تو یہ وقف صحیح ہوگا۔

فاذا ادرکت الغلة تقسم علی الفقراء فان حدث له ولد بعد القسمة تصرف الغلة التی توجد بعد ذلك الی هذا الولد ما بقی هذا الولد فان لم یبق له ولد صرفت الغلة الی الفقراء کذا فی فتاوی قاضیخان -

جب غلہ (آمدنی) وقف کا وقت آ جائے (اور اولاد پیدا نہ ہو) تو وہ غلہ فقراء پر تقسیم ہوگا اگر پیچھے کر اولاد پیدا ہو جاوے تو غلہ آئندہ اُن پر صرف کیا جائے گا پھر جب اولاد باقی نہ رہے تو غلہ فقراء پر تقسیم ہوگا - ایسا ہی فتاوے قاضی خان میں ہے -

(۶) رجل قال ارضی هذه موقوفة علی ولدی کانت الغلة لولد صلبه یستوی فیه الذکور والاناث واذا جاز هذا الوقف فما دام یوجد واحد من ولد الصلب کانت الغلة له لا لغیره فان لم یبق واحد من البطن الاول تصرف الغلة الی الفقراء (عالمگیری)

(۶) ایک آدمی نے کہا میری یہ زمین صدقہ ہے جو میری اولاد کے لیے وقف ہے تو آمدنی اس زمین کی اس کی صلبی اولاد کے لیے ہوگی (مرد ہوں خواہ عورتیں) اور جب یہ وقف جائز ہو تو جب تک کوئی اسکی صلبی اولاد سے موجود ہوگا آمدنی وقف اسی کے لیے

رہیگی اور جب صلبی اولاد سے کوئی نہ رہے گا تو وہ آمدنی فقیروں کی طرف پھیری جائے گی۔ یعنی اولاد کی اولاد کو ندی جائے گی۔

آن روایات میں سے دوسری۔ اور چوتھی اور پانچویں روایت میں وقف خاص اشخاص کا عام ہوجانا اسواسطے قرار دیا گیا ہے کہ انہیں وقف کنندہ کی صاف تصریح و بیان سے وہ وقف آخر عام فقراء و مساکین کے واسطے مقرر کیا گیا تھا اور پہلی اور تیسری اور چھٹی روایت میں اسواسطے وقف خاص کو وقف عام قرار دیا گیا ہے کہ اسمیں لفظ وقف اور لفظ صدقہ اسکو عام ہونے سے خبر دیتے ہیں۔ لہذا باوجودیکہ وقف کنندہ نے اسکو خاص وقف قرار دیا تھا وہ خودبخود وقف عام ہوجائے گا جب خاص وہ لوگ نرہینگے۔

آن اصول و فروع فقہیہ سے جیساکہ اس وقف خاص کا جو اولاد و اغنیاء کے لیے کیا جائے۔ مگر آخر کو بعد انقراض و اختتام اولاد و اغنیائ کے اسکو عام فقراء و مساکین کے لیے وقف کنندہ کے تصریح و بیان سے کیا گیا ہو۔ اور اس سے مقصود ثواب آخرت و قرب الہی ٹھہرایا گیا ہو وقف جائز اور وقف شرعی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ویسا ہی اور اسیطرح اس وقف خاص کا جس کو وقف کنندہ اپنی اولاد کے لیے خاص کردے اور اسمیں کوئی ایسا لفظ جو اسکو عام فقراء و مساکین کے لیے کرسکے نہ بولے اور اس سے مقصود ثواب اخروی نہ ٹھہرایا جائے۔ بلکہ صرف ننگ و نام و ناموس دنیاوی اور حفظ وضع و خاندان مقصود ٹھہرایا جاوے اور در صورت موجود نرہنے کسی فرد اولاد یا خاندان کے اس وقف کی آمدنی کو فقراء و مساکین مسلمین پر صرف کیا جاوے۔ بلکہ وہ ایک غیر اسلامی گورنمنٹ کے ہاتھ و اختیار میں چلی جاوے اور وہ اپنی رائے سے

جس کام تعلیمی یا تمدنی میں چاہیئے اسکو صرف کرے وہ وقف شرعی نہیں ہے۔ بلکہ وقف باطل ہے اور ناجائز اسکی مثال وہ وقف خاندانی ہے جسکو تہذیب الاخلاق ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں سر سید نے تجویز کیا تھا۔ اور اسکی نسبت گورنمنٹ کو یہ جتایا اور سمجھایا تھا کہ یہ وقف خاندانی اس وقف مذہبی سے جو فی سبیل اللہ امور مذہبی کے لیے کیا جاتا ہے۔ جیسے مساجد و مدارس مذہبیہ وغیرہ) سے علیحدہ چیز ہے اس وقف للّٰہی و مذہبی سے ثواب آخرت مطلوب ہوتا ہے اور اس وقف خاندان سے اپنی اور اپنے عیال کی پرورش اور خاندان ریاست کی حفاظت اور نام و ناموس کا باقی رکھنا نظر ہوتا ہے۔ اور درصورت عدم موجودگی ان تمام اشخاص (یعنے رشتہ داران زوجین) کی جایداد گورنمنٹ میں چلی جاوے گی تاکہ وہ بطور مناسب مسلمانونکی تعلیمی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ ترقی میں خرچ کریں (مثلاً محمدن کالج علیگڈھ میں لگاویں۔ یا کسی مسلمان کو بیرسٹری پاس کرنے کے واسطے دیدی) اور چونکہ ایسے وقف خاندانی کا شرع محمدی میں کہیں بھی نام و نشان نہ تھا اسلیے سب سے پہلے رسالہ اشاعۃ السنۃ نے اس وقف مجوزہ سر سید کا خلاف کیا۔ اور نمبر ۳ جلد ۴ بابت ۱۲۹۷ھ و ۱۸۸۰ء میں کتب مسلم فریقین سے اس کے خلاف کا ثبوت دیا۔

اسوقت کے قائمقام اور نائب سر سید نعمانی صاحب وغیرہ جو اس وقف خاندانی کو گورنمنٹ سے منظور کرانے کی کاروایاں کر رہے ہیں (جسکو وہ اس خاکسار سے مخفی رکھتے ہیں اور باوجودیکہ میں انکو اخبار وکیل امرتسر میں اپنے رسالہ مذکور کی طرف توجہ دلاچکا ہوں وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے) اگر اسی اصول سر سید پر اس وقف کی بناء قائم رکھینگے

تو وہ بھی ہرگز کامیاب نہونگے گورنمنٹ اس وقف باطل کو جس میں فقراء و مساکین کی کبھی شمولیت نہو اور وہ ہمیشہ اغنیاء خاندان کیلئے مخصوص رہے یا بالآخر گورنمنٹ کے ہاتھ میں چلا جاوے ہرگز شرعی وقف تسلیم نہ کریگی اور اگر وہ اس وقف خاندانی کو ایسا عام کردینگے جس سے وہ بالآخر فقراء و مساکین مسلمین کو شامل ہوجاوے جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور کتب فقہ مسلمہ سے اسکا ثبوت دیا ہے تو گورنمنٹ کو اسکے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہو گا وہ وقف بعینہٖ ایسا وقف ہو جائیگا۔ جیسا وقف مساجد و مقابر یا مہمان سرا وغیرہ۔ اسمیں اور اسمیں فرق ہوگا تو صرف یہ ہوگا کہ یہ اوقاف بالفعل اور دم نقد فقراء و مساکین کو شامل ہیں اور سب کے لیے یکسان کار آمد ہیں اور وہ وقف خاندانی ایک وقت کے بعد فقراء و مساکین کو شامل ہوگا جبکہ اغنیاء خاندان سے کوئی نرہیگا یا آمدنی و مال وقف اغنیاء خاندان سے کچھہ فاضل ہوگی اور بچ رہیگی۔ اس وقف خاص خاندانی کا اصول و فروع فقہاء کے مطابق خیراتی وقف اور جائز ہونا ثابت ہوا تو اب ہم اس وقف خاص کے متعلق چند ایسے مسائل بیان کرتے ہیں جنسے اس وقف خاص خاندانی کا صدقہ و خیرات ہونا ثابت ہو۔ اور جو وقف صدقہ و خیرات ہونے سے خالی ہو اسکا وقف باطل ہونا ظاہر ہو۔

پہلا مسئلہ

ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی اپنے وقف میں یہ شرط کرے کہ اس وقف کا متولی میں رہونگا اور اس کی آمدنی میں اپنے نفس پر خرچ کرونگا۔ تو یہ شرط امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسف

واذا جعل الوقف غلة الوقف
لنفسه او جعل الولاية اليه جاز
عند ابی یوسف -
ولا یجوز علی قیاس قول محمدؒ
وهو هلال الرازی وهو قال الشافعیؒ
وجه قول محمد ان الوقف تبرع علی
وجه التملیك بالطریق الذی قدمنا
فاشتراط البعض او الکل لنفسه یبطله
لان التملیك من نفسه لا یتحقق وصار
کالصدقة المنفذة وشرط بعض
البقعة لنفسه ولابی یوسف ما روی
ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یاکل
من صدقته والمراد بالصدقة الموقوفة
ولا یحل الاکل منها الا بالشرط
فدل علی صحته ولان الوقف ازالة
التملیك الی الله تعالی علی وجه القربة
علی ما بیناه فاذا شرط البعض او
الکل لنفسه فقد جعل ما صار مملوکا
لله تعالی لنفسه لا ان یجعل ملك
نفسه لنفسه وهذا جاز کما اذا
بنی خانا او سقایة او جعل ارضه

کے نزدیک جائز ہے امام محمدؒ کے
قول کی وجہ یہ ہے کہ وقف ایک قسم کا
احسان ہے ایسے طور پر کہ مال وقف
خدا کی ملک میں آ جاوے پھر اسمیں
بعض یا کل کو اپنے نفس کے لیے مقرر
کر لینا اس تملیک الٰہی کو باطل کرتا ہے
اور اپنے نفس کے لیے تملیک متصور
نہیں ہے۔ اور یہ امر ایسا ہے جیسے کوئی
کسیکو دم نقد صدقہ دیدے اور یہ
شرط کرے کہ اسمیں کچھ میرا رہا۔ یا
ایسا کہ مسجد کا فلاں ٹکڑا میرا رہا۔
امام ابو یوسف کی جواز پر دلیل یہ
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اپنے اس صدقہ سے جسکو وقف کر چکے
ہیں خود بھی کھایا کرتے اسکے جواز کی
(ایک) وجہ عقلی یہ ہے کہ وقف اپنی
ملک کو خدا کی ملک میں کر دینا ہوتا ہے
بہ نیت تقرب پھر اسمیں سے بعض
یا کل کو اپنے لئے مقرر کیا تو خدا کی
ملک کو اپنے لئے جیسے کوئی کاروان
سرائے یا سقاوہ بنا وے یا اپنی بس

مقبرہ او شرط ان ینزلہ اویشرب منہ اویدفن فیہ ولان المقصود القربۃ وفی التصرف لنفسہ ذلک قال علیہ السلام نفقۃ الرجل علے اہلہ صدقۃ۔
(ہدایہ صـ ۶۲۳)

زمین کو مقبرہ بناوے اور یہ شرط کرے کہ وہ خود بھی اس سرائے میں آیگا اور اس سقاوہ سے پانی پئے گا اور اس مقبرہ میں مدفون کیا جائیگا۔ اور اسکی ایک وجہ (عقلی) یہ ہے کہ مقصود وقف سے خدا کا قرب حاصل کرنا ہے اور یہ اپنے نفس کے لیے تصرف کرنے سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کا اپنے گھر والوں کو خرچ دینا بھی صدقہ ہے"

ایسا ہی بعینہٖ برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے۔ اس شرط کے ساتھ اس وقف کے عام خیرات ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس شخص کی فوت ہو جانے کے بعد وہ وقف عام فقراء کو پہنچیگا۔ اور اسیقدر اسکی عام خیرات ہونے کے لیے کافی ہے۔

عبارت ہدایہ کے اخیر میں جو حدیث منقول ہے یہ حدیث صحیح مسلم سے بصفحہ (۱۵۸) رسالہ میں نقل ہو چکی ہے۔ اور جو قول امام یوسف کی تائید میں حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صدقہ وقف سے کھایا کرتے یہ صحیح بخاری میں بصفحہ ۹۹۶۔ اور دیگر کتب حدیث میں منقول

لانورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمد من ھذا المال
(بخاری صـ ۹۹۶ وغیرہ)

ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہو۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاویں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ ہے اسمیں ہمارے اہل بیت کھایا کرینگے۔ امام ابو یوسف رحمۃ کا

یہ قول چونکہ صریح سنت وصحیح احادیث سے ثابت ہے اسلیے ہمارے نزدیک اور صاحب ہدایہ کے نزدیک وہی واجب العمل والاعتماد ہے۔

دوسرا مسئلہ

وقف کنندہ اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے متولی وقف ہونے اور کبھی اس تولیت سے معزول نہ کئے جانے کے شرط کرے تو اس صورت شرط میں بھی اسکا احکام شریعت سے فسق یا مال وقف میں اسکا اسراف وخیانت ثابت ہونے پر وہ معزول کیا جاویگا۔ اور اسکی شرط مذکور کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔

برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے کہ اگر وقف کنندہ اپنے لیے متولی ہونا شرط کرے اور وہ امانت دار نہو تو قاضی (یا حاکم وقت) کو پہنچتا ہے کہ وقف کو اسکے ہاتھ سے نکال لے۔ ایسا ہی اس حالت میں "قاضی کو اسکے ہاتھ سے وقف کو نکالنے کا اختیار رہے جبکہ وہ شرط کرچکا ہوا ہے کہ قاضی کو اختیار نہو گا کہ وقف اسکے ہاتھ سے نکال لے اور غیر کو متولی کردے کیونکہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے۔

> لو شرط الولاية لنفسه وكان غير مامون على الوقف فللقاضي ان ينزعه من يده نظرا للفقراء وكذا ان شرط ان ليس للقاضي ان ينزعه من يده ويوليه غيره لانه شرط يخالف لحكم الشريعة (برهان شرح مواهب الرحمن)

درمختار میں ہے کہ متولی وقف اگرچہ وقف کنندہ ہو وقف سے بقول بزازیہ وجوباً اتارا جاویگا وقف کنندہ کے سوا کوئی اور متولی ہو تو وہ بطریق اولے اتارا جائیگا۔ ایسا ہی دربحار میں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ

> وينزع وجوبا (بزازيه) لو الواقف (درر) فغيره اولى غير مامون او عاجزا او ظهر به فسق كشرب خمر ونحوه او كان يصرف ماله

فی الکیمیاء (بحر بحثا) وان شرط عدم نزعه۔ ان لا ینزع قاضی و لا سلطان لمخالفته لحکم الشرع فیبطل۔ (درمختار ص۳۹۳)

وہ امانت دار نہو۔ یا اہتمام انتظام وقف سے عاجز و بے وقوف و نالائق ہو یا اس سے کوئی فسق شراب خوری وغیرہ ظاہر ہو۔ یا مال وقف کو کیمیا میں لگاتا ہو۔ یہ بات نہر الفائق میں بحث کے طور پر لکھی ہے۔ اگرچہ وقف کنندہ یہ شرط کر چکا ہو کہ متولی کو نہ قاضی معزول کرے نہ حاکم وقت۔ کیونکہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہی۔ لہٰذا باطل ہے لائق لحاظ نہیں۔

فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ شرائط وقف کا تب اعتبار ہوگا جبکہ وہ شریعت کے مخالف نہونگی۔ ایسا ہی ردالمحتار میں ہے۔ ان تصریحات درالمختار اور فتح القدیر اور ردالمحتار سے صاف ثابت ہے کہ جو فقہا کا قول ہے کہ "شرط الواقف کنص الشارع فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل (درالمختار ص۳۹۹)" یعنے وقف کنندہ کی شرط ویسی ہی واجب العمل ہوتی ہے جیسے شارع کا حکم منصوص وہ اسی شرط سے مشروط ہے کہ وہ شرط خلاف شریعت نہو۔ اس پابندی کے ساتھ واقف جو شرط چاہے اپنے وقف میں کرے۔ قاضی اور متولی وقف (اگرچہ وہ خود وقف کنندہ ہو) کو لازم ہے کہ اس شرط کے پابند رہیں۔ یہ مسئلہ فقہیہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ فلاح پانے والے وہ مسلمان ہیں

والذین هم لاماناتهم وعهدهم راعون (المؤمنون ع۱)

جو اپنے امانتوں اور عہد کو نگاہ رکھتے ہیں اور

اوفوا بالعهد (بنی اسرائیل ع۴)

ارشاد ہے۔ مومنو۔ اپنے عہدوں اور عقدوں کو پورا کرو۔

اوفوا بالعقود - (مائدہ ع ۱)	شروط وقف بھی عہد و عقد میں داخل ہے
صحیح بخاری میں حدیث ہے جو شخص ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ کے	
ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان اشترط مائۃ شرط - (صحیح بخاری ص ۳۷۶ و ۳۹۲ وغیرہ)	رو سے صحیح نہو اس کے لئے اس شرط کا کوئی حق نہیں اگرچہ سو دفعہ شرط کرلے -
صحیح شروط ہوں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا کرنے کا	
المسلمون علی شروطھم	حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی

شرطوں پر قائم رہتے ہیں۔

اشاعۃ السنہ جلد ۳ نمبر ۳ کے صفحہ ۸۶ میں اور ص ۱۰۸ میں بھی اس مسئلہ پوری تفصیل ہوئی ہے۔ سرسید نے اپنی مجوزہ خاندانی وقف میں اس مسئلہ فقیہ قرآنیہ و حدیثیہ کا بھی خلاف کیا۔

چنانچہ پہلی اپنی تجویز کے نتائج کے بیان میں کیا ہے تیسری یہ کہ جس ترتیب اور جس قاعدہ سے مالک جایداد نے قرار دیا ہو اس قاعدہ اور ترتیب سے کوئی شخص مثلاً بڑا بیٹا بطور متولی جانشین ہوگا۔ چوتھے یہ کہ جانشین کی ترتیب بالکلیہ مالک جایداد کی مرضی پر اور شرع* کے رو سے اختیار ہے کہ مالک جایداد جو مناسب سمجھے اوسکے مطابق طریقہ جانشین مقرر کرے کچھہ ممانعت شرع میں نہیں ہے۔ پھر طریقہ جانشین کے بیان میں کہا ہے دفعہ ۲۳ لغایت ۲۸ جو شخص متولی سے قرابت قریبہ رکھتا ہے اور عمر میں بڑا ہے اس شخص کو استحقاق جانشینی ہوگا۔

اس تجویز میں آپنے صرف متولی کی قرابت اور عمر کا لحاظ کیا ہے دین و

*یہاں لفظ شرع زبان و قلم سے کہا ہے اور طریقہ جانشین کے بیان میں اسکا خلاف کیا ہے۔

چال چلن کو نظر انداز کیا ہے۔ آپ کی اس تجویز کا یہ نتیجہ ہے کہ اگر متولی فاسق اور تارک صلوٰۃ۔ شارب الخمر ہوگا۔ بلکہ اسلام سے مرتد ہوجائیگا اور مال وقف کو بیجا صرف کریگا۔ تب بھی وہی متولی رہیگا جو اس مسئلہ دوم فقہیہ کے صریح برخلاف ہے اور اس وقف خاندانی کو جس میں ایسا متولی ہو ہرگز ہرگز وقف شرعی نہیں ہونے دیتا۔ تاہم مقام و نائبان سر سید ہی متولی کو ایسا ہی عام و بے قید رکھینگے تو انکا وقف بھی شرعی وقف تسلیم کرنے کے لائق ہوگا گورنمنٹ اس کو وقف شرعی تسلیم نہ کرے۔

تیسرا مسئلہ

وقف علی الاولاد والاقارب بھی چونکہ ایک صدقہ یا ہبہ ہے (جبتک کہ اسکی آمدنی صرف غنیوں پر صرف ہو) اور اسکا تبرع و احسان ہونا ثابت ہوچکا ہے۔ لہذا اسمیں جملہ اقربا و اولاد وغیرہ متعلقین میں مساواۃ مرعی رکھنا واجب ہے اور کسی کو اس وقف کے انتفاع سے بلا وجہ شرعی محروم رکھنا اور ضرر پہنچانا یا ایک کو دوسرے پر (جو درجہ اور استحقاق میں اسکے مساوی ہو) ترجیح دینا جائز نہیں ہے۔ اشاعۃ السنہ جلد ۳ نمبر ۳ میں صفحہ ۷۶ لغایت ۸۴ تک بسط اور تفصیل دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ وقف کل جایداد اگر وارثوں اور حقداروں کو چھوڑ کر غیروں کے لیے کیا جائے تو وہ وقف مضار و ناجائز ہے اور اسکا مرتکب گناہگار ہے اور اگر وہ وقف اولاد و اقارب وغیرہ حقداروں کے لیے کیا جاوے تو پھر اسمیں بعض وارثوں کا بلا وجہ شرعی بالکل محروم کر دینا یا بعض کو بعض پر بلا وجہ ترجیح دینا جائز نہیں ہے وقف مضار کی ممانعت پر آیت قرآن غیر مضار[۱] اور حدیث نبوی لا ضرر ولا ضرار[۲] اور حدیث سعد بن ابی وقاص ان تذع ورثتك اغنیاء[۳]

حدیث نہی عن الحبس اور حدیث لاحبس عن فرائض اللہ سے استدلال کیا گیا۔ اور اسکی تائید میں عبارات صحیح بخاری و دراری مضیہ اور فتح القدیر حاشیہ ہدایہ کو نقل کیا گیا ہے۔ اور ترجیح بعض ورثاء کی ممانعت پر حدیث نعمان بن بشیر سے (جس میں اسکا منجملہ ایک بیٹے کو غلام ہبہ کرنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسکو رّد کرنے کا حکم دینا مروی ہے۔ اور حدیث ابوہریرہ میں (جس میں دو بیویوں سے ایک بیوی کی طرف جھک جانے پر وعید ہے) استدلال کیا گیا ہے۔

اور چونکہ اس مقام میں زیر بحث وقف علی الاولاد والاقارب ہے لہذا اس وقف کل جایداد کے (جس میں وارثوں کو محروم کرکے غیروں پر وقف کیا جاوے) دلائل پر بحث کرنے اور اسکے ممانعت وارد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں صرف وقف علی الاولاد والاقارب میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے اور اس صورت سے انکو ضرر پہنچانے کی ممانعت دلائل احادیث مذکورہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

کتاب **صحیح بخاری** میں یہ باب منعقد کیا ہے۔ کہ جب بعض اولاد کو دوسروں

باب الھبۃ للولد اذا اعطی لبعض ولدہ شیئا لم یجز حتی یعدل بینھم ویعطی الاخرین مثلہ ولا یشھد بمثلہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعدلوا بین اولادکم فی العطیۃ عن النعمان بن بشیر قال اعطانی ابی عطیۃ فقالت عمرۃ بنت رواحۃ لا ارضی حتی

کے سوا کچھ دین۔ تو جائز نہیں جب تک سب میں مساوات وعدل نہ کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو ہبہ میں عدل کرو۔ پھر نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ میرے باپ نے مجھے کچھ (غلام) دیا تو میری والدہ (عمرہ) نے کہا کہ میں تب خوش ہونگی جب

تشهد رسول الله صلعم فاتی رسول الله صلعم فقال انی اعطیت ابنی من عمرة بنت رواحة عطیة فامرتنی ان اشهدک یا رسول الله صلعم قال اعطیت سائر ولدک مثل هذا قال لا قال فاتقوا الله واعدلوا بین اولادکم فرجع فرد عطیته (صحیح بخاری ص ۳۵۲)

تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اوس پر گواہ کروگے۔ تب اونہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ حال عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمنے اور بیٹوں کو ویسا ہی دیا ہے اونسے کہا نہیں۔ آنحضرت صنے فرمایا خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کیا کرو۔ پھر وہ وہاں سے پھرا اور اوس غلام کو (جو دیا تھا) واپس لیا۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من کانت له امرأتان فمال الی احدهما جاء یوم القیمة وشقه مائل۔ (سنن ابوداؤد ص)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کی دو عورتیں ہوں اور وہ بخشش وغیرہ حقوق میں ایک کی طرف جھک جاوے یعنے مساواۃ وعدل نکرے تو قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئیگا کہ اسکی ایک جانب گری ہوگی (یعنے فالج زدہ ہوگی۔

اس مسئلہ وجوب مساوات پر علماء اسلام کا اتفاق اور کتب فقہ مذہب حنفیہ وغیرہ میں ایسے وقف کو جس میں کل یا بعض وارثوں کو ضرر پہنچایا جائے ناجائز لکھا ہے۔ اس باب میں ایک رسالہ منشی محمد امیر صاحب رئیس عظیم آباد پٹنہ کا شائع ہوچکا ہے جو مطبع صبح صادق پٹنہ میں چھپا ہے۔ لہذا نقل عبارات کتب فقہیہ کی جگہ اس رسالہ کا حوالہ کافی سمجھا گیا ہے۔

سرسید نے اس مسئلہ اتفاقیہ اہل اسلام کا بھی اپنی مجوزہ وقف خاندانی
میں خلاف کیا ہے۔ پہلے تو بضمن تمہید یہ لکھا ہے۔ مسلمانوں کی ملکیت میں جو
جایداد ہوتی ہے شرع کے بموجب اسکی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک زمانہ حیات
مالک میں اور ایک بعد وفات۔ زمانہ حیات میں ہر ایک مالک کو از روے
شرع جایداد کی نسبت اختیار کامل حاصل ہوتا ہے۔ چاہے اسکو بیع کر ڈالے
چاہے کسیکو بخش دے۔ چاہے وقف کرے۔ چاہے ایک ثلث کی بپابندی
قواعد شرع وصیت کر دے بعد وفات کے اسکی جایداد اسکے وارثوں کو بحسب
فرائض تقسیم ہو جاتی ہے وراثت کا مسئلہ بموجب شرع کے ایسا مستحکم مسئلہ ہے
کہ کوئی مسلمان اسکی بجا آوری سے انکار نہیں کر سکتا اور کوئی شخص اس میں
دست اندازی کا مجاز نہیں۔ وصیت کا مسئلہ بھی قریب قریب وراثت کے
مسئلہ کے ہے۔ یعنی کسی شخص کو ثلث مال سے زیادہ وصیت کا اختیار نہیں
اور ذو الفروض کے حق میں اسکو وصیت کرنیکا اختیار ہے۔ یہ مسئلہ بھی مثل
مسئلہ وراثت ایسا ہے کہ نہ کوئی اسمیں دست اندازی کر سکتا ہے اور نہ اس
سے انکار کر سکتا ہے۔ مگر وقف کا مسئلہ جسکا مالک کو بموجب شرع کے اپنے
حیات میں اختیار حاصل ہے غور کے قابل ہے۔

پھر اس تمہید کے بعد فتاوے عالمگیری کی وہ روایت متعلق وقف اولاد
جو صفحہ ۱۷ الخ میں منقول ہیں اور اونکو وقف خاندانی مجوزہ سرسید سے کوئی تعلق نہیں نقل
کر کے لکھا ہے۔ کہ مذکورہ بالا روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے
مذہب کے رو سے علاوہ مسئلہ وراثت و وصیت و وقف واسطے امور مذہبی
کے اپنی جایداد و اپنی ریاست کو وقف خاندانی کرنیکا بھی اختیار حاصل ہے۔
جس سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہونگے۔ پھر چار نتائج جس میں سے

تیسرے چوتھے کا ذکر اس مضمون میں بصفحہ (۱۸۱) ہو چکا ہے۔ بیان کرکے کہا ہے۔ پانچویں یہ کہ مالک جایداد کو اختیار رہے کہ جس جس مقدار سے کہ مناسب سمجھو اور جس جس کے لیے مناسب سمجھے اوسکی آمدنی میں سالانہ مقرر کریں۔ کوئی قید یا ممانعت شرع کے رو سے نہیں ہے۔ پھر طریقہ جانشین بیان کیا جو صفحہ (۱۸۱) منقول ہوا ہے۔ پھر پرورش رشتہ داران کے بیان میں کہا ہے۔ جو دفعہ ۲۹ لغایت ۳۳ پرورش رشتہ داران کے لیئے قاعدے بنائے گئے ہیں۔ صوبہ اودھ میں جو ریاستیں تعلقہ داروں کی قائم کی گئی ہیں۔ اونکے رشتہ داروں کی پرورش کا طریقہ جو قانوناً قرار پاگیا ہے۔ وہی طریقہ اس قانون میں رکھا گیا ہے۔ پھر اس اجمال کی تفصیل میں جو آپنے کہا ہے۔ اسمیں سے پانچ قاعدے ہماری تعرض کے لائق ہیں۔ جو ذیل میں منقول ہیں:۔

(۲) ذکور کو اناث پر ترجیح ہوگی اور وہ ذکور جنکی ماں ایک ہو اور باپ مختلف بزمرہ اناث داخل ہونگے۔

۸۔ کبیر السن کی اولاد کو صغیر السن کی اولاد پر ترجیح ہوگی۔

۹۔ ایک باپ کے دو بیٹوں سے جو مختلف ماؤں سے ہوں اون بیٹو کو ترجیح ہوگی جنکی ماں سے اسکے باپ کا نکاح پہلے ہوا ہو۔

۱۰۔ درصورت عدم موجودگی رشتہ داران نسبی کے جایداد شوہر یا زوجہ کو (جیسی صورت ہو) ملیگی۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ زوجہ ہوں تو اس زوجہ کو ملیگی جس کا نکاح پہلے ہوا ہو۔

۱۱۔ درصورت عدم موجودگی ان تمام رشتہ داران نسبی وزوجین کے جایداد گورنمنٹ میں چلی جاویگی تاکہ وہ بطور مناسب مسلمانوں کی

تعلیمی اخلاقی و تمدنی ترقی میں خرچ کرے دفعہ ۲۹ جب کسی جانشین کے مرنے کے بعد ایسے رشتہ داران باقی رہیں جو آگے مذکور ہونگے تو جانشین وقف کو ایسے ہر رشتہ دار کو اپنے حیات میں یا اسی میعاد تک جو آگے مذکور ہوگی بذریعہ بارہ اقساط مساوی ماہواری کے رواج ملک کے مطابق ایک مواجب سالانہ ادا کرنا ہوگا جو اس تعداد سے زیادہ نہوگا جسکا ذکر آگے آئیگا بشرطیکہ رشتہ داران مذکور بروز وفات جانشین متوفے کے اسکے ساتھ سکونت اور خور و نوش رکھتا ہو اور بدیں شرط کہ یہ رشتہ دار کوئی کافی ذریعہ پرورش کا نہ رکھتا ہو اور نہ رکھنے والا ہو *

دفعہ ۳۰ متوفی کی جدین و والدین و بیوگان کبیرہ کی حالت میں غایت تعداد واجب سالانہ حسب شرح ذیل ہوگی۔

پھر اس شرح میں سات درجہ مواجب کو ذکر کیا اور درجہ ہفتم کے بیان میں فرمایا۔ (درجہ ہفتم) جب مالیت سالانہ چودہ ہزار سے کم ہو تو تعداد ایک سو اسی روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی ‡۔

جانشین متوفی کی بیوہ صغیرہ کی حالت میں تعداد مواجب سالانہ اس غایت تعداد سے نصف ہوگی۔ جسکی بیوہ بموجب جزو سابق دفعہ ہذا کے مستحق ہوگی۔

جانشین متوفی کے برادران اور پسران نابالغ کی حالت میں غایت تعداد مواجب سالانہ ایک ہزار دو سو روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی۔

دفعہ ۳۱ جانشین متوفی کے بھتیجوں کی حالت میں جو یتیم اور نابالغ ہوں غایت تعداد مواجب کی چھ سو روپیہ سے زیادہ نہوگی ⊙

دفعہ ۳۲ جانشین متوفی کی دختران ناکتخدا اور پسران اور برادران کی بیوگان کی حالت میں غائت تعداد مواجب سالانہ کی تین سو ساٹھ روپیہ سے زیادہ نہوگی ۞

* دفعہ ۲۴ ایکٹ ۶ سنہ ۱۸۶۹ء ‡ دفعہ ۲۵ ایکٹ ۶ سنہ ۱۸۶۹ء ۔ ⊙ دفعہ ۲۶ ایکٹ ۶ سنہ ۱۸۶۹ء ۞ دفعہ ۲۷ ایکٹ ۶ سنہ ۱۸۶۹ء

اس تمہید اور اس تمہید کے تفریع میں جو کچھ سر سید نے کہا ہے وہ قرار داد اسلام اور تصریحات قرآن و حدیث و فقہ کے برخلاف کہا ہے اور اسپر بجز ایکٹ اسنہ ۱۸۶۹ء دفعہ ۲۴ لغایت ۲۷ کے اسلامی کتب میں کہیں روشنی نہیں پائی جاتی۔ قرآن و حدیث و فقہ میں اسکے خلاف پر ایسی روشنی پائی جاتی ہے کہ کسی مسلمان کو بشرطیکہ قرآن حدیث و فقہ میں نظر رکھتا ہو اسکو تسلیم میں تامل نہو گا۔

اشاعۃ السنہ جلد ۳ کے نمبر ۳ و ۴ میں صفحہ ۷۵ سے صفحہ ۱۰۲ تک اس تمہید اور اسکے تفریعات کا برخلاف کتاب قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور روایات کتب فقہ سے ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۰۲ سے صفحہ ۱۱۰ تک اس وقف خاندانی مجوزہ سر سید کا وقف شرعی نہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اس مقام بیان ۳۶ صفحہ کا خلاصہ دو صفحہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ جسکا لب لباب چند امور ہیں۔

(۱) مسلمان بحکم قرآن و حدیث جیسے فرائض و وصیت میں پابند احکام شرعی ہیں ایسے ہی وقف و ہبہ و صدقہ میں پابند ہیں۔ ایسے خود مختار و مطلق العنان نہیں کہ جو چاہیں کریں۔ انپر شرع کی طرف سے ایک یہ قید اور اسکی سخت پابندی ہے کہ اگر وہ اپنی جایداد غیروں پر وقف یا ہبہ کریں تو کل نکریں جن سے وارثوں اور مستحقوں کو ضرر پہنچے۔ اور وہ آور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے بھیک مانگتے پھریں اور اگر وہ کل اپنی جایداد اپنی اولاد و اقارب پر وقف یا اسکو ہبہ کردیں تو اس میں مساوات مرعی رکھیں اور انکی ضرورت و حاجت کا لحاظ کریں و معہذا عام فقیروں و مسکینوں کیلئے بھی اسمیں جگہ و گنجایش رکھیں۔

ایک بیٹے کو اگر وہ عمر میں بڑا ہو اور والد کے ساتھ بود و باش رکھتا ہو اور اسکے سوا کوئی گذارہ رکھتا ہو۔ دوسرے بیٹے پر گو وہ صغیر سن ہو اور والد سے علیحدہ کسی کا متبنی ہو کر رہتا ہو۔ اور وہ خود صاحب جایداد بن گیا ہو منافع وقف بینر ترجیح نہ

اور ایک زوجہ کو گو اسکا نکاح پہلے ہو۔ دوسری زوجہ پر گو اسکا نکاح پیچھے ہوا ہو
منافع وقف میں ترجیح دیں۔ دوسری قید یہ ہے کہ وقف کنندہ اپنے وقف میں
جائز شرط جو چاہے کرے اسپر بحکم مسلمہ فقہیہ شرط الواقف کنص الشارع
یعنی وقف کنندہ کی شرط ایسی واجب العمل ہے جیسے شارع کی نص قرآن و حدیث
پر عمل و لحاظ ہوگا۔ چنانچہ درمختار وغیرہ سے منقول ہوا ہے۔ مگر اس شرط کیلیے
یہ شرط ہے کہ وہ شرط خلاف شریعت قرآن و حدیث نہو۔ جو شرط ایسی ہوگی۔ وہ
قابل عمل و نفاذ نہ ہوگی بلکہ روکی جاوے گی جیسے اسکا بڑے بیٹے یا اور شخص کو
جو فاسق یا خائن ہو متولی کر دینا اور اسکو بوقت ظہور فسق و خیانت علٰحدہ نکرنے کی
شرط کرنا۔ یہہ حکم بھی کتب فقہ و حدیث سے منقول ہو چکا ہے) تیسری قید یہ ہے
کہ وہ آمدنی وقف سے اپنے لیے اگر وہ خود متولی ہو یا دوسرے متولی اور اسکے جانشین
کے لیے بقدر معروف اور بقدر ضرورت گذارہ لینا مقرر کر دے اسکا یہ اختیار نہوگا
کہ وہ اوروں کو تو صرف گذارہ بقدر ضرورت دے اور باقی کل آمدنی وقف کو
اپنے لیے جمع کرے یا اس سے ناجائز عیش اڑائے اور اسراف کے ساتھ خرچ میں لاوے
جس وقف میں یہہ تینوں امور جو لوازم وقف سے ہیں پائی نہ جائیں گی وہ شرعی
وقف نہوگا۔ بلکہ وقف باطل کہلائیگا یا اسکو انگریزی اور ہندوستانی ریاست یا
تعلقہ کا ایک حکم کہا جاوے گا۔ اسی وجہ سے سر سید کے مجوزہ خاندانی وقف کو
جو ان امور و لوازم وقف سے معرّیٰ تھا ہندوستان کے اکثر باخبر مسلمانوں نے
وقف تسلیم نہ کیا تھا۔ اکثر اہل الرائے و کلاء و علماء و عامہ رؤسا و شرفاء؎ کا اس
وقف سے خلاف ہوا۔ سر سیّد کے نائب و قائمقام نعمانی صاحب وغیرہ اگر اپنی
مجوزہ وقف کو انہیں اصول سر سید پر (جو ایکٹ نمبر ۱ وغیرہ ۱۸۶۹ء سے ماخوذ ہیں) مبنی

؎ یہ خلاف عام اخباروں میں اور اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۴ میں بصفحہ ۱۱۵ لغایت ۱۲۲ منقول ہو چکا ہے باقی بر صفحہ ۹۰

ٹھہرائینگے تو وہ وقف بھی لائق تسلیم اہل اسلام نہ ہوگا اور وہ وقف شرعی سمجھا نہ جائیگا۔ گورمنٹ اسکا خیال رکھے اور اس امر کو اپنے نوٹس میں لاوے۔

چوتھا مسئلہ

منقولات کا وقف بھی جائز ہے۔ جیسا کہ غیر منقول (اراضی و مکانات) کا وقف جائز ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ مذاہب حنفی کا اختلاف ہے۔

ہدایہ میں کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں۔ امام

ولا یجوز وقف ما ینقل و یحول وعلی ہذا الارسال قول ابی حنیفۃ قال ابو یوسف اذا وقف ضیعۃ ببقرہا واکرتہا وہم عبیدہ جاز وکذا سائر الات الحراثۃ لانہ تبع للارض فی تحصیل ما ہو المقصود و قال محمد یجوز حبس الکراع والسلاح معناہ وقفہ فی سبیل اللہ وابو یوسف معہ فیہ علی ما قالوا وہو استحسان والقیاس ان لا یجوز وجہ الاستحسان الآثار المشہورۃ فیہ منہا قولہ علیہ السلام اما خالد فقد حبس ادرعا و افراسا

ابو یوسف رح کا قول ہے کہ اگر کوئی زمین کو وقف کرے تو اسکے ساتھ اور زراعت میں اسکے متعلق بیلوں اور غلاموں کو جو اس زمین میں کھیتی کرتے ہوں۔ اور دیگر آلات زراعت کو وقف کر دے تو جائز ہے امام محمد رح فرماتے ہیں کہ گھوڑے اور ہتھیاروں کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔ اور اس میں ابو یوسف بھی انکے ساتھ ہو گئے ہیں یہی استحسان (قیاس مخفی) ہے اور اسکی وجہ وہ آثار صحابہ مشہورہ ہیں جن میں بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ خالد اپنی ذرع اور گھوڑے راہ

بقیہ صفحہ ۱۸۹ عام اخباروں اور اشاعۃ السنۃ جلد ۳ نمبر ۴ میں صفحہ ۱۱۵ سے صفحہ ۱۲۲ تک منقول ہے۔

اس مقام میں شمس العلماء امام المحدثین والفقہاء مولانا و شیخنا و شیخ الکل مولوی سید نذیر حسین صاحب قدس اللہ سرہ کا فتویٰ اس وقف مجوزہ سرسید کے خلاف میں نقل کرنا مناسب ہے (باقی بر صفحہ ۱۹۱)

في سبيل الله وطلحة حبس درعه
في سبيل الله ويروى اكراعه والكراع
الخيل ويدخل في حكمها الابل لان العرب
يجاهدون عليها وعن محمد رح انه
يجوز وقف ما فيه تعامل من المنقولات
كالفاس والمر والقدوم والمنشار و
الجنازة وثيابها والقدور والمراجل و
المصاحف وعن نصير بن يحيى انه وقف
كتبه الحاقا بالمصحف وهذا صحيح لان
كل واحد يمسك للدين تعليما وتعلما
وقراءة واكثر فقهاء الامصار على

خدا میں وقف کر چکے ہیں اور طلحہ نے
بھی ذرع اور ایک روایت میں گھوڑی اور گھوڑے
کے حکم میں اونٹ بھی داخل ہے امام
محمد رح کے نزدیک ہر منقول چیز کا جسکے
وقف کرنے میں تعامل لوگوں کا پایا
جاتا ہو وقف جائز ہے جیسے ۔کسی۔
کلہاڑہ ۔تیشہ ۔آرہ ۔میت اٹھانے
کی چارپائی اور اسپر ڈالنے کا کپڑہ
دیگ ۔ ہنڈیا ۔ قرآن شریف وغیرہ
کتب اسلامی شہروں کے اکثر
فقہا اسی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۰)

مولانا نے ارشاد فرمایا ہے کہ نفس مسئلہ وقف میں کلام نہیں۔ مگر جو اس وقف خاندانی
میں ہے کہ جو شخص متوفی سے قرابت قریبہ رکھتا ہے اور عمر میں بڑا ہے اس شخص کو استحقاق جانشینی کا ہوگا۔ شرعًا
اسقدر کافی نہیں ہے بلکہ باوجود قربت قریبہ اور کلان سالی کے ہوشیار و دیانت دار ہونا اور مسرف و بدکار
نہونا بھی ضرور چاہیے۔ کہ وقف میں خلل و فساد واقع نہ ہو۔ چنانچہ قولہ تعالے لا ینال عہدی الظالمین اسپر شاہد ہے (۲)
اور جو اسمیں مذکور ہے درصورت عدم موجودگی رشتہ داران نسبی کی جائداد شوہر یا زوجہ کو جیسی صورت ہو
ملیگی۔ لیکن اگر مرد متوفی کے ایک سے زائد زوجات ہوں تو اس زوجہ کو ترجیح دیجائے گی جس کا اسکے ساتھ پہلے
نکاح ہوا ہو۔ انتہٰے کلامہ۔ اولًا محل کلام کا اسمیں یہ ہے کہ زوجات کے نان ونفقہ کی خبرگیری حسب حاجت روا تیں
ہے انکے رشتہ داروں کا ہونا نہونا برابر ہے جس قدر نفقہ کے زوجات کو حاجت ہوگی زوجات پائینگیں بطور مدد
معاش کے اوقاف میں سے اور جسقدر رشتہ داروں کو حاجت ہوگی ہر واحد موافق حاجت کے پائیگا اور جو کوئی رشتہ دار
خواہ ذوی الفروض وعصبات و ذوالارحام سے نہو تو زوجہ ایک ہو یا زائد ہوں بقدر خرچ کے انکو ملیگا باقی اور مصارف
فقرا میں صرف ہوگا یا جمع رہیگا آئندہ بمصارف دیگر صرف کیا جائیگا یہ بیراث مملوکہ متوفی باقی نرہے کہ بروقت عدم
موجودگی وارث کے شوہر بیچتے یا زوجہ لیلیے لا نورث ما ترکنا صدقۃ الحدیث جیسا کہ ابوبکر صدیق اور دیگر خلفاء
عمل درآمد کرتے رہے اوقاف فدک وخیبر و بنی قریظہ وغیرہ میں آنحضرت صلعم کے مطابق دستور آنحضرت صلعم کے جو حین
حیات میں اپنے ازواج مطہرات و بنات کو برابر دیتے رہے اور اہل حاجات کو حسب حاجت کے دیتے تھے اور ترجیح زوجہ
اولے کو بہ نسبت زوجہ ثانیہ کے بھی خلاف شرع محمدی کے ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم زوجہ اولا و ثانیہ و ثالثہ و رابعہ وغیرہ
کو برابر دیتے تھے اور پہلی کو باعتبار دوسری کے ترجیح نہیں دیتے تھے۔ ہاں اگر کسی زوجہ کو کچھ خرچ زائد کی حاجت ہوتی تو
بقدر حاجت زائد کبھی دیکر دیتے تھے ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا اور جو اسمیں ہے کہ جانشین متوفی کے بیوہ
صغیرہ کی حالت میں غایت تعداد مواجب سالانہ کی اس غایت تعداد سے نصف ہوگی جسکی بیوہ کبیرہ بموجب جز دفعہ
دفعہ ہذا کے مستحق ہوتے۔ یہ قانون مطابق شرع کے نہیں بلکہ بطور مدد معاش حسب حاجت کے دونوں کو دیا جاہیے۔ اگر
دونوں حاجت میں مساوی ہیں تو برابر دینا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلعم اوقاف میں سے ہر زوجہ کو نفقہ برابر عطا
فرماتے تھے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ سے واضح ہوتا ہے۔

قول محمد ہے (ہدایہ صفحہ ٦٢٠)۔ | قول پر ہیں۔

ایسا ہی برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے۔ علاوہ برآں آئیں

وصح عند محمد وقف منقول فیہ تعامل کالمصحف وغیرہ من کتب العلم وغیرھا کالفاس والقدوم والمنشار والجنازۃ وثیابھا و الکراع والسلاح وعلیہ الفتویٰ وعند ابی حنیفۃ لا یصح وعند ابی یوسف یصح تبعا للعقار وفی الکراع والسلاح لابی حنیفۃ ان شرط الوقف التابید ولا تابید فی المنقول لابی یوسف ان النص ورد فی الکراع والسلاح فیقتصر علیہ ولمحمد ان القیاس یترک بالتعامل کما فی الاستصناع لان التعامل اقوی من القیاس لانہ بمنزلۃ الاجماع واکثر فقہاء الامصار علی قول محمد وفی القنیۃ عن المحیط البرہان وقف مائۃ دینارا علی مرضی الصوفیۃ یصح ویدفع الذہب الی انسان مضاربۃ یستغلھا ویصرف الربح وکذلک وقف الدراھم والکیل والموزون (برہان)

یہ بھی کہا ہے قنیہ میں محیط برہانی سے منقول ہے کہ کوئی شخص سو دینار صوفیہ کے بیماروں پر وقف کردے تو صحیح ہے وہ دینار بطور مضاربت (حصہ نفع پر کسیکو تجارت کے لیے) دیجاویں اور اس سے نفع ہو وہ بیماروں پر خرچ کیا جائے ایسا ہی دراہم اور وزنی اور پیمانہ کی چیزوں کا وقف جائز ہے۔ ایسا ہی درمختار میں ہے اور اسمیں یہ بھی کہا ہے کہ بلکہ درہم و دیناروں کا وقف بھی جائز ہے۔ بلکہ قاضیوں کے نام حکم بھی جاری ہوا تھا کہ وہ اسکے مطابق حکم دیا کریں۔ چنانچہ مفتی ابوالسعود کی معروضات میں ہے اور ہر چیز کا جو لائق وزن و پیمانہ ہو وقف جائز ہے تاکہ اسکو بطور مضاربت یا امانت دیا جاوے۔ ایسا ہی اگر کوئی وزنی یا پیمانہ کی چیز وقف کیجاوے تاکہ جسکے پاس بیج نہ ہو اسکو تخم ریزی کے لیے قرض دیا جاوے

وصح ایضاً وقف کل منقول
قصداً فیہ تعامل للناس کفاس
وقدوم بل ودراهم ودنانیر
وردا الامر للقضاة بالحکم به کما
فی معروضات المفتی ابی السعود
والمکیل وموزون فیباع ویدفع
ثمنه مضاربة او بضاعة وعلی
هذا الوقف کذا علی شرط ان
یقرضه لمن لابذر له لیزرعه
لنفسه فاذا ادرك اخذ مقداره
ثم اقرضه لغیره وهکذا جاز
(خلاصه) ومنها وقف بقرة علی
ان ماخرج من لبنها او سمنها
للفقراء وان اعتادوا ذلك رجوت
ان یجوز وقدر وجنازه وثیابها
ومصحف وکتب لان التعامل
یترك به القیاس لحدیث مارآه
المسلمون حسناً فهو عندالله
حسن بخلاف مالا تعامل فیه
کثیاب ومتاع وهذا قول محمد
وعلی الفتوی (اختیار)

اور جب درو کا وقت آجاوے تو
اس سے قرض واپس لیکر اوروں کو دیا
جاوے تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے
اور اسمیں یہ بہی ہے کہ اگر کوئی گائے
وقف کرے یہ کہکر کہ جو اسکا دودہ
یا گھی نکلے وہ فقیروں کو دیا جائے
تو جائز ہے اگر ایسی عادت ہو ایسا
ہی وقف کرنا دیگ۔ چارپائی۔
جنازہ اور کتب کا جائز ہے۔ ہاں
جسکے متعلق لوگوں کا عمل نہ پایا جاوے
وہ وقف جائز نہیں جیسے پارچات
یا اور اسباب کا وقف کرنا یہ امام محمد
رح کا قول ہے اور اسیپر فتوے ہے
یہ کتاب اختیار میں ہے۔ اور بحرالرائق
میں کشتی کو اسکے اسباب سمیت اسی حکم
میں ٹھہرایا ہے۔ فتاوے بزازیہ
میں ہے کہ کمبل وغیرہ کا وقف بہی
جائز ہے اگر جاڑوں میں مسکینوں
کو دیئے جاویں اور گرمیوں میں وہ
واپس کردیں۔ امام محمد رح کا مذہب
بہ صریح سنت، اور صحیح حدیث

والحق فی البحر السفینة بالمتاع و البزازیة جاز وقف الاکسیة علی الفقراء فیدفع الیهم شتاءً ثمّ یردونها بعدہ الیهم ۔ (درمختار ص ۲۶۹)

کے مطابق ہے اسلیے اکثر فقہاء کا اسپر عمل ہے اور اسپر فتوے ہے اسی پر ہمارا عمل اعتقاد ہے۔ ہدایہ کی عبارت ہیں جن جن آثار حضرت خالد اور طلحہ کا ذکر ہے وہ کتب احادیث سے صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہیں۔

پانچواں مسئلہ

وقف کنندہ اگر اپنے وقف میں یہ شرط کرے کہ جب وہ خود یا اسکا قائمقام متولی وقف چاہے اور اسمیں وقف اور اسکے مصرف کی بہتری سمجھے تو اس وقف کو بیع کرکے اسکے بدلے اور زمین یا گھر خرید کر وقف کردو تو یہ شرط جائز ہے اور ائمہ مذاہب امام ابویوسف اس شرط کو جائز رکھتے ہیں اور اسیکی مطابق ہمارا عمل و اعتقاد ہے۔

ولو شرط الواقف ان یستبدل به ارضًا اخری اذا شاء فهو جائز عند ابی یوسف وعند محمد رح الوقف جائز والشرط باطل۔ (هدایه ص ۶۲۳)

هدایه میں کہا ہے اگر وقف کنندہ یہ شرط کرے کہ جب وہ چاہے اس وقف کو فروخت کرکے اسکی جگہ اور زمین خرید کرکے وقف کردے تو یہ شرط جائز ہے۔

امام محمد کا یہ قول ہے کہ یہ وقف صحیح ہوگا۔ مگر یہ شرط باطل ہے لائق عمل نہیں ہے۔

اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے وقف کنندہ کی یہ شرط صحیح

وصح شرط الواقف ان یستبدل به

ہے کہ وہ چاہے اس وقف کو فروخت

ای بالوقف ارضاً اخری اذا
شاء ویکون وقفاً مکانه والقیاس
انه لایصح الوقف ولا الشرط و
هو قول الشافعی واحمد لانه شرط
خلاف لمقتضی الوقف فکان
ابطالاله ووجه الاستحسان
ان فیه تحویل الوقف الی ما هو
افضل منه او مثله فکان تقریرا
للوقف لا ابطالاله وعند محمدرح
واهل البصرة وهو وجه احمدرح
ان الوقف جائز والشرط باطل
لان هذا شرط لا یمنع من زوال
الملک قربة الی الله ویتم الوقف
بدونه فکان فاسداً کالشرط
ان یصلی فی المسجد قوم دون قوم
فان الشرط باطل ووقف المسجد
صحیح وفی شرح الوقایه لامنافاة
بین صحة الوقف وبین الاستبدال
عند ابی یوسف فانه یجوز
استبدال الوقف من غیر
شرط اذا ضعفت من الریع (برهان)

کر کے اسکی جگہ اور جگہ خرید کر وقف
کر دے۔ اور قیاس تو چاہتا ہے کہ
یہ شرط جائز نہو۔ کیونکہ یہ ایسی
شرط ہے جو مقتضائے وقف کے
مخالف ہے جواز کی وجہ محض یہ ہے،
کہ اسمیں وقف کا ابطال نہیں بلکہ
اسکو پختہ کرنا ہے اور ایسی صورت
سے تبدیلی ہے جو پہلی صورت سے
افضل یا اسکے برابر ہے امام محمدرح
اور اہل بصرہ کا یہ قول ہے اور ایک
روایت میں امام احمد سے منقول
ہے کہ یہ وقف جائز ہے اور یہ شرط
باطل ہے اس شرط سے وقف کا
ملک وقف کنندہ سے دور ہونا قرب
الٰہی کیلئے پایا جاتا ہے جس سے وقف
پورا ہو جاتا ہے اور صرف یہ شرط
شرط فاسد ہی ٹھہرتی ہے جیسے
کوئی مسجد میں یہ شرط کرے کہ اسمیں
فلاں قوم نماز پڑھے فلاں نہ پڑھے
یہ شرط ہی باطل ہے اور وقف مسجد
صحیح ہے اور شرح وقایہ میں ہے کہ

کہ امام ابو یوسف کے نزدیک صحت وقف اور اسکی تبدیلی میں کوئی فرق نہیں وہ اسکو جائز رکھتے ہیں اگر موجودہ صورت وقف سے فائدہ نہ پہنچے۔گو وقف کنندہ نے شرط نہ کی ہو۔

اور درمختار میں ہے۔وقف کو دوسری زمین سے بدل لینے

وجائز شرط الاستبدال به ارضاً اخری حینئذٍ وبشرط بیعه ویشتری بثمنه ارضاً اخرے اذا شاء فاذا فعل صارت الثانية كالاولے فی شرائطها وان لم یذکرها ثم لایستبدلها بثالثة لانه حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لاالثانية واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکه الاالقاضی (درر)۔ وشرط فی البحر خروجه عن الانتفاع بالکلیة وکون البدل عقاراً۔ (درمختار ص۳۹۵)

کی شرط جائز ہے۔یا یہ شرط کہ اسکو نقدی سے فروخت کرکے اسکے دام سے بھی دوسری زمین خریدلے جب چاہے جبکہ ایسا کر چکا ہو تو دوسری زمین بھی وقف ہو جائے گی جیسے پہلی تھی اس کے جملہ شروط میں اگرچہ اُسکا ذکر دوسری زمین میں نہوا ہو پھر اس دوسری زمین کے بدلے تیسری زمین خرید نکرے کیونکہ یہ تبدیلی بحکم شرط ہوئی اور دوسری زمین کی نسبت یہ شرط پائی نہیں گئی۔بلا شرط تبدیلی کا اختیار صرف قاضی کو ہے ایسا ہی دُرر بحار میں ہے اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ تبدیلی کیلئے یہ شرط ہے کہ پہلا وقف لوگوں کے فائدہ رسانی سے بالکل نکل چکا ہو اور اسکا بدل زمین ہو۔

چھٹا مسئلہ

وقف کے منافع سے وقف کی عمارت وقیام کا خرچ سب مستحقوں سے پہلے ہونا چاہیے چنانچہ ہدایہ میں کہا ہے - واجب ہے کہ وقف کی آمدنی پہلے اسکی عمارت

والواجب ان یبتدی بارتفاع الوقف بعمارته شرط ذلک الواقف اولم یشترط لان قصد الواقف صرف الغلة مؤبدا ولا تبقی دائمة الا بالعمارة ثم ان کان الوقف علے الفقراء ولا یظفر بهم واقرب اموالهم هذه الغلة فیجب فیها ولو کان الوقف علے رجل بعینه واخره للفقراء فهو فی ماله ای ماله شاء فی حال حیوانه (هدایه صفحہ ۶۲)

میں صرف کی جاوے - اس امر کی وقف کنندہ نے شرط کی ہو یا نہ - یہ اس لئے کہ وقف کنندہ کا قصد بھی یہی ہوتا ہے کہ آمدنی وقف ہمیشہ کے لئے رہے اور وہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ عمارت وقف قائم رہے - پھر وہ وقف اگر فقیروں کے لیے ہو جنکا شمار نہیں ہوتا اور ان کا مال وہی غلہ وقف ہوتا ہے تو اسی میں سے عمارت پر صرف کیا جاوے اور اگر وہ وقف کسی خاص (مالدار) کے لیے اور آخر کو فقرا کے لیے ہو تو اس کے مال سے (جس کو وہ دینا چاہے) اسکی زندگی تک عمارت پر خرچ کیا جاوے یعنی اسکی موت کے بعد پھر اسی غلہ وقف سے ہو۔

اس شرط کے بیان سے بیان مصرف کے علاوہ یہ بیان بھی مقصود ہے کہ جو وقف کسی خاص مالدار کے لیے ہو مگر آخر اسکی موت کے بعد فقرا کے لیے کیا گیا ہو تو وہ وقف خاص بھی صحیح ہے - کیونکہ آخر وہ فقرا کے لیے ہو جاتا ہے - اس نظر سے وہ وقف بھی اس وقف خیراتی کی مانند ہو جاتا ہے جو امور مذہبی کے لیے کیا جاتا ہے جیسے وقف مساجد -

ان چھ مسائل سے بھی کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وقف خاص اولاد و اقارب